

نیسم حجاز

خالی

فہرست مضمایں

مضایں	صفحہ نمبر
خدالپے گمراہی خود کرتا ہے	۷۷
استقلال	۷۸
سرپارہمہت	۷۹
حضرت علی المرتضیؑ کی جان ثاری	۸۰
وعدہ و فوائی	۸۱
حضرت خبیثؑ کا حوصلہ	۸۳
ایک سچا عاشق رسول ﷺ	۸۴
اطاعت	۸۷
خلوص	۸۷
احسان	۸۸
آزمائش	۸۹
ایک منافق کا حشر	۹۱
خدمتِ خلق	۹۱
ایک بڑی کی قوت ایمانی	۹۲
جو اندر دی	۹۳
عزم صادق	۹۳
ابتدائی مسلمانوں کے اوصاف	۹۶
خلوص	۹۷

۹۷	ڈپلن کا نمونہ
۹۹	ششیز ن خاتمی
۱۰۰	قرآن کا مجہہ
۱۰۱	ذینیا سے بے اقتنائی
۱۰۲	اطاعت امیر اور خلوص
۱۰۳	حضرت عمرؓ کی سادگی
۱۰۴	عزمِ راجح اور توکل
۱۰۵	حضرت خالد ابن ولیدؓ کی کرامت
۱۰۶	غیرتِ مند مجاہد ہورتیں
۱۰۷	گنپر ماں باپ کی اطاعت نہ کرو
۱۰۸	دریائے نیل کے نام حضرت عمرؓ کا خط
۱۰۹	صحابہ کرامؓ کی آواز کی تائیر
۱۱۰	حضرت علیؑ کی منصفِ مزاہی
۱۱۱	دیانتداری اور اس کا انعام
۱۱۲	رواداری اور حق پرستی
۱۱۳	مسلمان بادشاہوں کا غیر مسلم رعایا سے سلوک
۱۱۴	زہرو تقہ
۱۱۵	پر بیزگاری
۱۱۶	مہمان نوازی
۱۱۷	تواضع
۱۱۸	مسکین نوازی
۱۱۹	ایک عالم کی بے نیازی

خالی

۱۱۹	علم کا احترام
۱۲۰	مستقل مراجی
۱۲۲	خدا پر بھروسہ
۱۲۳	ایک عادل قاضی
۱۲۴	ہمسائیگی کا حق
۱۲۵	ایمانداری
۱۲۶	پارسائی
۱۲۷	اکساری
۱۲۸	صحائی کی فتح
	ایک یوہ کی جو ات

ارشادات نبی ﷺ

۱۳۰	اسلام اور یہاں
۱۳۳	رسالت
۱۳۵	حسن معاشرت
۱۳۹	آداب
۱۴۲	اچھے اور بُرے کام

حرف بھی اپنی زبان سے نہیں نکالا۔

حضرت عبدالمطلبؑ اس کے جواب سے مستکارئے اور فرمانے لگے۔ میں اُنٹوں کا ماں کھو ہوں میں نے اپنے اُنٹوں کیلئے کہا، کعبہ کا ماں اللہ ہے وہ خود اس کی حفاظت کرے گا۔ یہ فرمایا کہ آپ وہاں سے چلے آئے اور کعبہ کے دروازہ پہنچنے کر فرمایا۔

”اے رب کعبہ تیرے سوان کے مقابلہ کیلئے کسی سے امید نہیں رکھتا۔ اے رب تو ان سے اپنے حرم کو محفوظ رکھ۔“

تحقیق بیت اللہ کے ذمہ دہی ہیں جو تیرے ذمہ ہیں۔ انہیں اپنے گمر کے وہیں کرنے سے باز رکھ۔

ابہرہ اپنے ہاتھیوں سمیت کعبہ کی طرف بڑھا اور سب سے آگے اس کا بڑا ہاتھی محدود نامی جارہا تھا۔ جب ابرہم نے کسی کو اپنے مقابلہ میں آتے نہ دیکھا تو پرے فخر اور مطراق سے بیت اللہ کا رُخ کیا۔ اس اثناء میں کیا دیکھتا ہے کہ آسمان پر چھوٹی چھوٹی چیزیاں جمع ہو گئی ہیں جن کے پیوں میں سکنر ہیں۔ ان ابادیوں نے ہاتھیوں پر اس قدر پتھر بر سائے کہ ہاتھیوں سمیت تمام لٹکر جباہ و بر باد ہو گیا اور ان چیزوں نے اس زبردست لٹکر کوایے ہیں کر کر دبایا جیسے کھایا ہوا بخش ہوتا ہے۔

اب لوگوں نے دیکھا کہ اللہ نے اپنے گمر کو ذمہ سے کس طرح بچایا۔

استقلال

جب نبی کریم ﷺ نے ملہ کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی اور انہیں ایک خدا کی طرف بلا یا تو وہ بہت غصب میں آگئے۔ وہ اپنے بتوں کو کسی قیمت پر بھی چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ کی مخالفت کی۔ آپ ﷺ کو میرا بھلا کہا۔ ذکر دیجئے اور ان لوگوں کو جنہوں نے اسلام قول کیا تھا طرح طرح کی اذیت میں دیں۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ ان کی ایذا دہی کے باوجود نہیں اللہ کے رسول ﷺ اپنے ارادہ سے پیچھے ہٹتے ہیں اور نہ ہی آپ ﷺ کی جماعت کے صبر و استقلال میں کچھ لغزش آئی ہے تو انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ نبی کریم ﷺ کو (نحوہ اللہ) قتل کر دیا جائے۔

قریش کے چند سردار آنحضرت ﷺ کے پیچا ابوطالبؑ کے پاس آئے اور کہنے لگے، ”اے ابو

حدا اپنے گھر کی حفاظت خود کرتا ہے

ملہ شریف ابتدائے آفرینش ہی سے ایک مقدس اور پاکیزہ مقام قرار دیا گیا ہے۔ حضرت ابراہیم نے اپنے بیٹے حضرت اسمائیلؓ کے ساتھ مل کر وہاں خانہ کعبہ کی بنیاد رکھی۔ یہ خدا کی عبادت کیلئے پہلا گھر تعمیر ہوا اور اسے تمام حملوں سے مامون و محفوظ رکھا گیا۔

قریش اس حرم کے خدمت گزار تھے اور نبی کریم ﷺ کی ولادت کے وقت آپ ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلبؑ اس کے متولی تھے۔

خانہ کعبہ کی تعمیر سے لے کر اس وقت تک کسی با دشہ کو کعبہ پر حملہ کرنے کی بجائت نہیں ہوتی تھی لیکن شاہوجہش کے نائب ابرہم نے جو یمن کا حاکم تھا میں میں ایک بہت بڑا گرجات تعمیر کرایا اور لوگوں کو مجبور کیا کہ کعبہ کی بجائے حج کرنے کیلئے میکن کا رُخ کریں لیکن جب وہ اس میں کامیاب نہ ہوا تو ایک بہت بڑا لٹکر لے کر ملہ پر چڑھائی شروع کر دی تاکہ بیت اللہ کو گردے۔ اس کے ساتھ ساتھیوں کی ایک بہت بڑی فوج تھی۔

ملہ شریف کے قریب پہنچنے پر ابرہم نے اپنے ایک سردار اسود بن مقصود کو آگے بیججا جس نے الی ملہ کی بکریاں اور اونٹ پکڑ لئے۔ ان اُنٹوں میں حضرت عبدالمطلبؑ کے دوسرا اونٹ تھے۔

حضرت عبدالمطلبؑ کو جب علم ہوا کہ کعبہ کو گرانے کیلئے ایک زبردست حملہ آور نے چڑھائی کی ہے اور اس کے ایک سردار نے ان کے اونٹ پکڑ لئے ہیں تو وہ سیدھے ابرہم کے پاس گئے۔ حضرت عبدالمطلبؑ نہیں تھا یہ خوبصورت باز عرب اور باوقار بزرگ تھے۔ جب ابرہم نے انہیں آتے دیکھا تو آگے بڑھ کر استقبال کیا۔ اپنے ساتھ بھالیا اور پوچھا کیسے آنا ہوا؟ آپ نے جواب دیا، آپ کے سردار ہمارے کچھ اونٹ اور بکریاں پکڑ لائے ہیں انہیں واپس کر دیا جائے۔ پھر ابرہم نے پوچھا کوئی اور ارشاد؟ آپ نے جواب دیا میں۔

ابہرہ نے جیران ہو کر کہا میں آپ کو شہر کا سردار اور بڑے درجے کا آدمی سمجھتا تھا۔ لیکن یہ جانتے ہوئے کہ میں آپ کے کعبہ کو گرانے کیلئے آیا ہوں آپ نے اپنے اس مقدس مقام کے پیچا کیلئے ایک

اُن میں سے ایک بولا۔ ”اگر اللہ نے تجھے رسول بنایا ہو تو میں کعبہ کے سامنے اپنی داڑھی منڈواؤں۔“

دوسرے نے کہا ”کیا خدا کو (نحوہ باللہ) تیرے سوائے کوئی رسول نہیں ملتا تھا جسے چڑھنے کو سواری بھی میسر نہیں۔“

تیرے نے کہا ”میں تجھے سے بات کرنے کو بھی تیار نہیں۔“

آپ ﷺ نے شہر میں وعظ کرنا شروع کر دیا اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دی۔ ان سرداروں نے اپنے غلاموں اور شہر کے لڑکوں کو سخا دیا اور وہ وعظ کے وقت نبی کریم ﷺ پر پھر چینکتے اور طرح طرح کی آوازیں کستے۔ کوئی تالیاں بجا تا اور کوئی گالیاں بکتا۔ لیکن آپ ﷺ اللہ کی توحید بیان کرنے میں مشغول رہے۔ ان بد بخنوں نے آپ ﷺ پر اس قدر پھر چینکتے کہ حضور اکرم ﷺ کا جسم مبارک زخموں سے لولہماں ہو گیا اور ٹوٹنے بہت کرہوتے میں جنم گیا۔ یہاں تک کہ وضو کیلئے پاؤں سے ہوتا کافانا مشکل ہو گیا۔ اتنی تکلیفوں اور ایذاوں کے بعد حضور اکرم ﷺ کا دل مبارک اللہ تعالیٰ کی عظمت اور محبت سے پر تھا اور آپ ﷺ کے دل پر کسی قسم کا صدمہ یا ملال نہ تھا۔ آپ ﷺ کے غلام حضرت زید نے آپ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے عرض کیا ”حضور ﷺ آپ ان کم بخنوں کے حق میں بدعا کریں کہ ان پر آسان سے پتھر برسیں اور یہ خدا کے عذاب سے غارت ہو جائیں۔“ لیکن آپ ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا:

”میں ان لوگوں کی جاہی کیلئے کیوں بدعا کروں۔ اگر یہ لوگ خدا پر ایمان نہیں لاتے تو کیا ہوا۔ مجھے یقین ہے کہ ان کی اولادیں خدا پر ایمان لا سکیں گی اور مشرف بہ اسلام ہوں گی۔“

حضرت علی الْمَرْضَىؑ کی جان شماری

نبی کریم ﷺ نے نیرہ سال تک مکہ شریف میں اسلام کی تبلیغ کی۔ لیکن قریش مکہ نے اس دعوت کو قبول کرنے کی وجہے مسلمانوں اور خود ای اسلام پر طرح طرح کے ظلم توڑنے شروع کر دئے۔ کسی کو تپتی ہوئی ریت پر لٹایا جاتا اور کسی کو جلتے ہوئے کوئلوں پر گھسیا جاتا۔ کسی کے گلے میں رتی باندھ کر اسے

طالب اتیرا بھیجا ہمارے خداوں کو باطل شہرتا ہے اور ہماری قدیم رسوم پر گلہے چینی کرتا ہے۔ ہم اسے برداشت نہیں کر سکتے۔ یا تو آپ اسے سمجھائیں ورنہ ہم خود اسے درست کر دیں گے۔ اگر تمہیں یہ پسند نہیں تو پھر تم بھی اس کے طرفدار ہو جاؤ اور ہم دونوں کا خاتمہ کر دیں۔“

جب حضرت ابوطالبؓ نے دیکھا کہ تبلیغ کے ساتھ ان کی جان بھی خطرے میں ہے تو انحضرت ﷺ کو مکا کر سارا ماجرسنا یا۔ اور کہا ”پیٹا میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور اپنے میں قریش کے مقابلہ کی طاقت نہیں پاتا۔ مجھ پر اتنا بوجہ نہ ڈالو جو میری طاقت سے بڑھ کر ہو۔ تمہارے ساتھ میری جان بھی خطرے میں ہے۔ ان دونوں کا پچانہ تمہارے اختیار میں ہے۔“

حضور اکرم ﷺ نے بچا کی گفتگو کو تہبیت حوصلہ سے سنا اور پھر فرمایا: ”بچا جان، اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند بھی دے دیں تب بھی میں تبلیغ حق سے باز نہیں آؤں گا۔ اور اس وقت تک اس کام کو نہیں چھوڑوں گا جب تک خدا کا کام پورا نہ ہو جائے۔ یا یہ کام کرتے ہوئے میں ہلاک ہو جاؤں۔“

جب حضرت ابوطالبؓ نے حضور اکرم ﷺ کا جواب سنا تو فرمایا ”امے محمد ﷺ تو جو چاہتا ہے کر۔ رہب کعبہ کی قسم میں تمہیں کبھی بھی نہیں چھوڑ سکتا۔ جب تک میرے دم میں دم ہے میں تمہیں کبھی دشمنوں کے پر ڈیں کروں گا۔“

سر اپار حمت

ایک دن نبی کریم ﷺ مکہ شریف سے باہر لکھے تاکہ دوسرے شہروں میں بھی اسلام کی تبلیغ کریں۔ آپ ﷺ پہلے طائف تشریف لے گئے۔ آپ پاپیادہ تھے اور آپ ﷺ کے ہمراہ اس سفر میں زید بن حارثہ بھی تھے۔

راستہ میں جتنے قبیلے تھے آپ ﷺ نے سب کو اسلام کا پیغام دیا اور توحید کی منادی کرتے ہوئے طائف پہنچ۔ طائف میں بوقتیف آپا دتھے اور اس قبیلہ کے تین سردار جو آپ میں بھائی تھے وہاں بسر امداد رتھے۔ نبی کریم ﷺ اُن سے ملے اور انہیں اسلام کی دعوت دی۔

۱۔ دس (۱۰) سال تک با ہمی صلح رہے گی اور آدمورفت میں کسی کو روک توک نہ ہوگی۔

۲۔ جو قبائل چاہیں قریش سے مل جائیں اور جو قبائل چاہیں وہ مسلمانوں سے مل جائیں۔

۳۔ اگلے سال مسلمانوں کو کعبہ کے طواف کی اجازت ہو گی مگر ان کے جسم پر ہتھیار نہ ہوں گے۔

۴۔ اگر قریش میں سے کوئی شخص مسلمان ہو کر نبی کریم ﷺ کے پاس چلا آئے تو اُسے قریش کے طلب کرنے پر واپس کر دیا جائے گا لیکن اگر کوئی شخص اسلام چھوڑ کر قریش سے جا لے تو قریش اُسے واپس نہیں کر سکے۔

میں اُس وقت جب یہ شرطیں لکھی جا رہی تھیں ابو جندل جو مکہ میں مسلمان ہو گئے تھے بھاگ کر مسلمانوں کے پاس بیٹھ گئے۔ ان کے مسلمان ہونے پر قریش نے انہیں قید کر دیا تھا لیکن وہ موقع پا کر زنجروں سمیت دہاں سے بھاگ آئے۔

قریش نے کہا کہ صلح نامہ کی شرطیں کے مطابق ابو جندل کو ہمارے حوالے کیا جائے۔ مسلمانوں نے کہا کہ بھی عہد نامہ مکمل نہیں ہوا۔ عہد نامہ مکمل ہونے اور جانہنہ کے دستخط ہونے کے بعد اس عمل ہو گا۔ فی الحال یہ شرط قابل عمل نہیں اور ہم ابو جندل کو واپس نہیں کریں گے۔ لیکن حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”ہم مدد کر سکے ہیں۔ ہم اس کی پابندی کریں گے۔“

اور ابو جندل کو قریش کے سپرد کر دیا گیا۔

قریش نے وہیں ابو جندل کی مکنیں کس لیں اور انہیں زنجروں سے جکڑ لیا۔

ابو جندل کو قریش نے سخت پیٹا تھا۔ انہوں نے مسلمانوں کو اپنے زخم دکھائے اور کہا کیا تم مجھے پھرا سی حالات میں دیکھنا چاہتے ہو۔ میں اسلام لا پچھا ہوں، کیا تم مجھے پھر کافروں کے سپرد کرتے ہو۔ تمام مسلمان اس سے ترپ اٹھے۔ حضرت عمرؓ نے جوش میں آ کر نبی کریم ﷺ سے عرض کیا۔ ہم اتنی ذلت کیوں برداشت کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

”میں خدا کا تغیر ہوں اور اُس کے حکم کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔“

گلی کو چوپ میں رسوائی کیا جاتا اور کسی کا سینہ نہیں دوں سے چھلنی کیا جاتا۔

آخر اللہ کے تجھے رسول ﷺ نے ان اسلام کے پروانوں کو ملہ شریف سے ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ جب قریش نے دیکھا کہ یہ نیک ہستیاں ایک ایک کر کے ملہ سے نکل رہی ہیں تو انہیں خوف پیدا ہوا کہ یہ لوگ جو ہمارے پنجھ سے باہر نکل رہے ہیں مبادا کسی دن بڑی معمیت بنا کر ہم پر حملہ کر دیں۔ اس لئے انہوں نے فیصلہ کیا کہ ان تمام پاؤں کا علاج یہ ہے کہ خود پانی اسلام کا خاتمه کر دیا جائے۔

اُدھر اللہ تعالیٰ بھی ان کے ارادوں سے بے خبر نہ تھا۔ حضور رسول اکرم ﷺ کو دھی کے ذریعہ ملہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم ہوا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ رات کے وقت اپنے بیارے دوست حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ہمراہ مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور اُس خیال سے کہ مشرکین کو فوجہ نہ ہو اپنے بستر پر حضرت علی المرتضیؑ کو لیٹنے کا حکم دیا۔

مشرکین ملہ نے حضور نبی کریم ﷺ کے مکان کو گھیر لیا اور چاروں طرف تک تواروں کا پہرہ تھا۔ اس وقت حضرت علیؓ کی غر صرف بائیس سال کے قریب تھی۔ لیکن آپ نے جانشیری کی ایک نظری مثال پیش کی اور اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر نبی کریم ﷺ کے حکم کی قبولی کی۔ مشرکین ملہ رسول اکرم ﷺ کی جان کے ذمہ نہ تھے اور اگر وہ اندر داخل ہو کر حملہ آور ہو جاتے تو یقیناً اُن کا پہلا وار حضرت علیؓ پر ہوتا لیکن وہ تو اُسے ایک سعادت سمجھتے تھے اور اپنے جیبیں کی بجائے جان دینا اُن کے لئے موبِ فخر تھا۔

مشرکین تمام رات اس دھوکہ میں رہے کہ رسول خدا ﷺ اپنے بستر پر آرام فرمائے ہیں لیکن جب صبح ہوئی تو ایک شخص کسی طرف سے آیا اور قریش سے پوچھا تم یہاں کیا کر رہے ہو۔ انہوں نے کہا ہم محمد ﷺ کے منتظر ہیں۔ اس نے کہا وہ تو دریہ ہوئی تھاہرے سامنے سے گزر کر کہیں چلے گئے۔ جب انہوں نے بستر سے حضرت علی المرتضیؑ لوٹھتے دیکھا تو اُن کے مذہف ہو گئے اور ناکام واپس چلے گئے۔

وعدہ و فوائی

قریش کے ساتھ خدیبیہ کے مقام پر رسول اللہ ﷺ نے صلح کی اس کی شرطیں یہ تھیں:

آپ نے جواب دیا جب اسلام باقی نہ رہا تو پھر جان رکھ کر کیا کریں گے۔

ایک خالم نے آپ کے بھرپور نیزہ مارا اور کہا ”اے خبیب! اب تو تم بھی پسند کرتے ہو گے کہ تمہاری جگہ محمد ﷺ پھنس جائے اور تم چھوٹ جاؤ“۔ آپ نے نہایت جوش سے جواب دیا ”میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میری جان فیجے جانے کیلئے نبی کریم ﷺ کے پاؤں میں کاشنا گھی جھنگے۔“

پھر آپ نے چند اشعار پڑھے جن کا مطلب یہ تھا ”میں ڈشن کے سامنے نہ عاجزی کروں گا۔ نہ روؤں کا اور نہ ہی چلاوں گا۔ مجھے موت سے ڈر نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ میں اپنے رب کی طرف جا رہا ہوں۔ مجھے یہ لوگ بلند صلیب کے پاس لے آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ گھر اخیار کرنے سے مجھے آزادی مل سکتی ہے۔ مگر میں اس آزادی پر موت کو ترجیح دوں گا۔“

پھر آپ نے یہ دعا کی ”اے حمدہ ام نے تیرے رسول ﷺ کے احکام ان لوگوں کو پہنچادیے۔ اب ٹو اپنے رسول ﷺ کو ہمارے حال کی خبر پہنچادے۔“

پھر ان ظالموں نے آپ کو سوٹی پر چڑھا دیا اور نیزہوں سے آپ کے جسم کے ایک ایک حصہ کو چھیندا گیا لیکن آپ نے اسلام اور ایمان کی خاطر یہ سب سختیاں صبر و استقلال سے برداشت کیں اور اُن تک شکی۔

ایک سچا عاشقِ رسول ﷺ

حضرت سلمان فارسی شاہ فارس کی اولاد سے اور شہر امہ مہر کے باشندے تھے۔ اسلام سے پہلے آپ کا نام ماب تھا۔ اور آپ کے باپ کا نام بودخشان تھا۔ اسلام سے پہلے آپ آتش پرست تھے اور ان کا باپ آتشکدہ کا محافظ اور خازن تھا۔

حضرت سلمان فارسی اپنے اسلام لانے کا واقعہ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

میرا باپ شہر کا سردار تھا اور اُس نے مجھے بڑے ناز و نعمت سے پالا اور کبھی گھر سے باہر نکلنے نہ دیتا۔ ایک دن وہ مکان کی تعمیر میں معروف تھا۔ شہر سے کچھ ذور ہماری کچھ زمین تھی۔ میرے باپ نے مجھے وہاں بیجھا۔ راستے میں میں ایک گرجا سے گزرا اور وہاں چند عیسائیوں کو عبادت کرتے دیکھا۔ شام تک میں

قصہ کوتاہ قریش ابو جہل کو گھستی ہوئے واپس ملہ لے گئے۔ اور رسول اللہ ﷺ اپنے وعدہ پر پورے رہے۔

ابو جہل کے جانے پر خضور ﷺ نے فرمایا:

”ابو جہل خدا تمہاری رہائی کیلئے کوئی سنبھال نکال دے گا۔ اب صلح ہو جکی ہے اور ہم ان لوگوں سے بدعتی نہیں کر سکتے۔“

ملہ پہنچ کر انہیں قید میں ڈال دیا گیا۔ لیکن جو شخص ان کی گمراہی پر مقرر ہوتا آپ اُس کے سامنے اسلام کی تعلیم پیش کرتے اور وہ بھی مسلمان ہو جاتا۔ پھر قریش ان دونوں کو قید میں ڈال دیتے اور اب یہ دونوں مل کر تباخ کرتے۔ چنانچہ سال کے اندر ابو جہل کی کوشش اور قوت ایمانی سے تین سو آدمی مسلمان ہو گئے۔

اب قریش نے شک آ کر عہد نامہ میں خود ہی تبدیلی کی درخواست کی اور ایمان والوں کو واپس کرنے کی شرط درج کر دی اور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ان ۱۰ مسلموں کو اپنے پاس مدینہ متورہ نکلا لیں۔

حضرت خبیبؑ کا حوصلہ

قریش نے قوم عضل اور فارہ کے چند آدمیوں کو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں مدینہ متورہ بھیجا کہ ہمارے قبیلے اسلام لانے کو تیار ہیں آپ ہمارے ساتھ کچھ معلم روانہ فرمائیے۔ نبی کریم ﷺ نے دس صحابہ اکرامؓو جن کے سردار حضرت عاصم بن ثابتؓ تھے ان کے ساتھ بھیج دیا۔ جب یہ صحابہ مدینہ سے جل کر ان کے پاس پہنچنے والوں نے ان جلیل القدر صحابہؓ کو گرفتار کر لیا۔ آٹھ صحابی تو مقابلہ کرتے شہید ہو گئے لیکن باقی دو حضرت خبیبؑ اور حضرت زید بن وہنؓ گرفتار کرنے لگے۔ پھر ان کم بختوں نے ان دونوں بزرگوں کو غلام بنا کر قریش کے پاس فردمخت کر دیا۔

قریش نے حضرت خبیبؑ کو کئی دن بخوب کارکھا۔ پھر صلیب کے نیچے لا کر کھڑا کر دیا اور کہا کہ اگر اسلام چھوڑ دو تو تمہاری جان بخشی ہو سکتی ہے ورنہ تمہیں سوٹی پر لکھا دیا جائے گا۔

مدینہ شریف لے گیا۔ وہاں پہنچ کر میں نے اس جگہ کو پہچان لیا کہ یہ وہی جگہ ہے جس کا پتہ مجھے اس زادہ نے دیا تھا۔

میں مدینہ منورہ میں اپنے مالک کے بھوروں کے درختوں میں کام کرتا رہا۔ اور اس اثنائیں رسول خدا ﷺ سے مدینہ شریف تعریف لے آئے۔ ایک دن میں ہب معمول وہاں کام کر رہا تھا جب میرے مالک کا پچاڑ بھائی اُس کے پاس آ کر کہنے لگا۔ خدام مدینہ کے لوگوں کو بلاک کرے پا ایک ایسے آدمی کے گرد توجہ ہو رہے ہیں جو یہ کہتا ہے کہ میں خدا کا نبی ہوں۔

جو نبی یہ بات میرے کان میں پہنچی میں فوراً درخت سے نیچے آتے آیا اور اُس سے پوچھا کیا معاملہ ہے۔ میرے مالک نے میرے کان پر زور سے ایک نیچا مارا اور کھاؤ اپنا کام کر تھے اب توں سے کیا؟ مجبوراً میں نے اپنا کام شروع کر دیا لیکن میرے دل میں اس آدمی کی باتیں گونج رہی تھیں۔ شام کو میں چند بھوروں لے کر اُس جگہ پہنچ گیا۔ جس جگہ کا پتہ اُس نے دیا تھا۔ وہاں پہنچ کر میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بھوروں پیش کر کے عرض کیا کہ یہ صدقہ ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے ہاتھ پہنچ لیا۔ دوسرے دن میں پھر کچھ بھوروں لے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یہ ہے۔ حضور ﷺ نے بھوروں لے لیں۔ خود بھی کھائیں اور باقی اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیں۔

اب میں نے کہا دو علاشیں تو ٹھیک لکھیں۔ اب تیری علامت کی بھی پڑھان کرنی چاہیے۔ اسی جھتو میں میں ایک دن حضور اکرم ﷺ کے پیچے ہو لیا۔ آپ ﷺ ایک جنائزہ کے ساتھ تشریف لے جا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے میری طرف دیکھا اور کندھ سے چادر مبارک کو نیچے گردادیا۔ میں نے مہربوت کو دیکھا اور اسے بوسہ دیا اور روپڑا۔ حضور ﷺ مجھے اپنے ہمراہ لے گئے اور میں نے اپنا تمام قصہ شروع سے آخر تک عرض کر دیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ”سلمان تم اپنے آقا سے کتابت کرو یعنی اسے عوضانہ دے کر اس سے رہائی کرالا۔“ میں نے اپنے آقا سے اس شرط پر کتابت کی کہ بھوروں کے تین سو پوڈے لگا دوں اور چالیس اوقیانوں ادا کروں۔ حضور ﷺ نے صحابہ اکرمؓ کو میری مدد کیلئے فرمایا اور سب نے دو دو چار چار پوڈے جمع کر دیئے اور حضور ﷺ نے سونا بھی اپنے پاس سے ادا کر دیا اور مجھے رہائی نصیب ہوئی۔ اور اب میں ہمیشہ نبی پاک ﷺ کی خدمت میں رہنے لگا۔

آن عیسائیوں کے ساتھ رہا اور ان سے پوچھا کہ اس دین کی اصل کہاں ہے۔ انہوں نے کہا میت المقدس جوشام میں واقع ہے۔

جب میں رات کو گھر واپس آیا تو اپنے باپ سے کہا کہ عیسائیوں کا نام ہب ہمارے نہب سے اچھا ہے۔ باپ نے اس بات کو ناپسند کیا اور مجھے گھر ہی میں قید کر دیا۔ میں نے ان عیسائیوں کو پیغام بھیجا کہ جب کوئی قافلہ شام کو جائے تو مجھے اطلاع دینا۔ ایک دن مجھے اطلاع ملی کہ ایک قافلہ شام جا رہا ہے۔ میں نے چپکے سے زنجیریں اٹا رہیں اور اس قافلہ کے ساتھ شام چلا گیا۔ وہاں پہنچ کر میں نے سب سے بڑے پادری اور عالم کا پتہ پوچھا۔ انہوں نے مجھے ایک پادری کا نام بتایا۔ میں اُس کے پاس پہنچا اور اس کے ساتھ رہنے اور عبادت کرنے کی اجازت حاصل کر لیکن یہ شخص بہت بے دین اور لاپی ٹھاواہ لوگوں کو صدقہ کا حکم دیتا اور ان سے صدقہ اکٹھا کر کے اس نے سونے چاندی کے ساتھ ملکے جمع کر لئے۔

جب وہ مرگیا تو میں نے لوگوں کو اس کے تمام حالات بتائے اور انہوں نے اس کی لاش کو دفن بھی نہ کیا بلکہ لٹکا کر سنگسار کر دیا۔

اب اس کی جگہ ایک بہت نیک پادری نے لی۔ یہ بہت ہی عاپد اور عالم تھا۔ مجھے اس سے بہت محبت ہو گئی۔ جب اس کی وفات کا وقت آیا تو اس نے مجھے صحت کی کہ موصل میں ایک شخص ہے وہاں چلے جاؤ۔ میں وہاں چلا گیا اور اس کی وفات تک اس کے پاس رہا۔ اس نے مرتبہ دم مجھے عمودیہ میں ایک زادہ کے پاس جانے کی صحت کی۔

جب اس زائد کا وقت قریب آیا تو اس نے مجھے کہا کہ اب دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں جو حضرت مسیح کے طریقہ پر ہو۔ البتہ ایک نبی کا زمانہ قریب آگیا ہے۔ وہ ایک ایسی جگہ بھرت کر کے آیا گا جہاں بھوروں کے درخت ہیں۔ اس کی خاص شناخت یہ ہو گی کہ وہ بدیہی قول کر لیا لیکن صدقہ کی چیزیں کھائے گا اور اس کے دونوں کنڈھوں کے درمیان نبوت کی نہر ہو گی۔ اگر تم سے ہو سکے تو اس کے پاس چلے جانا وہ خدا کا نبی اور سچا رہنماء ہے۔

اتفاق سے عرب کا ایک قافلہ وہاں سے گزرا۔ میں نے ان لوگوں سے کہا مجھے اپنے ساتھ اپنے ملک میں لے چلمنیں تھیں اپنی گائیں اور بکریاں دے دوں گا۔ وہ مجھے وادیٰ قریٰ تک لے گئے اور وہاں جا کر ایک یہودی کے ہاتھ پہنچ ڈالا۔ میرے مالک کے پاس ایک یہودی مہمان ہوا اور وہ مجھے خرید کر اپنے ساتھ

اطاعت

حضرت انس بن مالکؓ سے بخاری میں روایت ہے کہ ہمارے پاس انگوری شراب تھی اور میں کھڑا ہو کر ابو طلحہ اور قلاں کو پلار باتھا۔ یہ اس زمانہ کا ذکر ہے جب شراب حرام نہیں ہوتی تھی۔ اچانک ہم کیا سنتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے حکم کی منادی کر رہا ہے کہ ”شراب حرام کردی گئی“۔ یہ سن کر ابو طلحہ نے فوراً کہا ”انس! آشوا اور ان ملکوں کو بہادو“۔ ہم میں سے جس جس کے ہاتھ میں پیالہ تھا اس نے وہیں رکھ دیا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں اٹھا اور میں نے شراب کے مکمل کوگلی میں بہادیا۔ حضور نبی کریم ﷺ کے ارشاد کا علم ہونے پر کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا، کوئی تکشیق نہیں کی۔ مگر اور لیکن کا سوال پیدا نہیں ہوا۔ سب نے مکمل گلیوں میں بہادیے اور ساغر توڑ دیئے۔ کہتے ہیں کہ اس دن مدینہ کی گلیوں میں اس طرح شراب بردی تھی جس طرح پارش کا پانی۔

خلوص

جنگ توبکؓ وہ بھری میں ہوئی جب موسم نہایت ہی گرم تھا۔ سفر بہت لمبا اور راستہ ڈشوار گزار تھا۔ یہ جنگ رومیوں سے شام کی سرحد پر ہوئی تھی۔ اُن دونوں گروہی اپنے پورے جوبن پر تھی اور عرب کے ریگستان میں موسم گرم میں یہ لمبا سفر اور ایک زبردست ڈشمن کا مقابلہ مسلمانوں کے خلوص واپیان پر کھنے کیلئے ایک سوئی تھی۔

جو قلص اور مومن کا مل تھے وہ بیشتر چون وچ تعلیم حکم کیلئے تیار ہو گئے اور اپنا مال و جان خدا کی راہ میں دینے کو سعادت سمجھنے لگے۔ مگر جو منافق تھے وہ جنگ سے جان چھڑانے کیلئے طرح طرح کے جیلے بنانے لگے۔

ایک صحابی جن کا نام ابو خیثہ تھا کسی خاص وجہ سے حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ روانہ نہ ہو سکے۔ اسلامی لشکر کے کوچ کرنے کے ایک دن بعد جب گرائے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اُن کو دیوبیوں نے علیحدہ علیحدہ اُن کیلئے کھوکر کی شاخوں کے سایہ دار چھپتیار کر رکھے ہیں اور ان پر پانی چھڑک کر انہیں خوب ٹھنڈا

بھار کھا ہے۔ اور مخدوش اپانی اور عمدہ کھانا بھی تیار کر کھا ہے۔

وہ یہ حالت دیکھ کر چپٹر کے دروازہ پر کھڑے ہو گئے اور کہا ”انسوں ہمارے آقا و مولا جناب سرور کائنات اور فخر موجودات ﷺ تو اس وقت دھوپ اور چشم میں سفر کر رہے ہوں اور ابو خیثہ اس مخدوشے چپٹروں میں بیٹھ کر کھانا کھائے اور مخدوشی ہوا کے جھوکھوں سے لطف اٹھائے۔ خدا کی قسم ابو خیثہ اسے کبھی گوارا نہیں کر سکتا۔ میں ہرگز اس چپٹر میں داخل نہیں ہوں گا اور اسی جگہ سے سیدھا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بھاگتا ہو جا ملوں گا۔

اس نے اپنی بیویوں کو کہا میرے لئے زادراہ فوراً تیار کرو۔ انہوں نے تعجب کی اور ابو خیثہ اسی دن وہاں سے روانہ ہو پڑے اور توبک میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ جا ملے۔

احسان

توبک کی لڑائی کے بعد آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو قبیلہ طے کی طرف بھیجا۔ قبیلہ طے کا سردار عدی بن حاتم مقابلہ کیلئے بڑھا لیکن مقابلہ کی تاب نہ لانا کرشام کی طرف بھاگ گیا۔ حضرت علیؓ نے قبیلہ طے کے سچھا آدمی گرفتار کرنے۔ ان میں حاتم کی بیٹی بھی تھی۔ یہ وہی حاتم ہے جس کی سخاوت کے قصے دنیا میں مشہور ہیں۔ اس لڑکی نے نبی کریم ﷺ سے درخواست کی کہ میں اپنی قوم کے سردار کی بیٹی ہوں۔ میرا باپ تھی اور فیاض تھا۔ بھوکوں کو کھانا کھلاتا تھا اور نگلوں کو پکڑتا دیتا۔ آپ ﷺ مجھ پر احسان کیجئے۔ آپ ﷺ نے اس کو آزاد کر دیا اور فرمایا ”جب کوئی معززاً اور معتبر آدمی آئے گا تو میں اُس کے ہمراہ جنمیں گھر پہنچا دوں گا۔“ جب اس نے خود رہائی حاصل کر لی تو اپنے قبیلہ کے قیدیوں کی سفارش کی۔ آنحضرت ﷺ نے اُسے بھی مظہور فرمایا اور تمام قبیلہ طے کو آزاد کر دیا۔ اس لڑکی کو وزادراہ اور کچھ کپڑے عنایت فرماء کر نہایت عزت سے اُس کے گھر پہنچا دیا۔

یہ لڑکی جب اپنے بھائی کے پاس پہنچی تو اُس نے پوچھا تو نے محمد ﷺ کو کیسا پایا۔ لڑکی نے جواب دیا وہ نہایت تھی شریف اور نیک انسان ہیں۔ اُن کے اخلاق بہت بلند ہیں اور وہ احسان کرنے والے سردار ہیں۔

میں حضور ﷺ کے سامنے جھوٹ نہیں بول سکتا۔ حقیقت میں مجھے کسی قسم کی کوئی محدودی نہ تھی۔ میں جس قدر خوشحال اور تند راست اب تھا کسی زمانہ میں نہیں ہوا۔ صرف اپنی یقینی اور غلطت کی وجہ سے پیچھے رہ گیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اچھا جا اور اپنے متعلق خدا کے حکم کا انتظار کر۔

میں چلا آیا۔ میرے دوست اور قوم کے آدمی میرے گرد جمع ہو گئے اور کہنے لگتم بھی کوئی بہانہ نہ کر معافی حاصل کر سکتے تھے۔ تم خواہ مخواہ ہی سزا کے مستوجب بن گئے۔ واپس چلو اور اب بھی کوئی عذر کرو۔ میں نے کہا میں جھوٹ بول کر نبی کریم ﷺ کو دھکہ نہیں دینا چاہتا۔

نبی کریم ﷺ نے تمام مسلمانوں کو ہم تین آدمیوں کے ساتھ کلام اور میل جوں سے منع فرمادیا۔ اب حالت یہ تھی کہ تمام لوگوں نے ہمارا بائیکاٹ کر دیا اور جدھر ہم جاتے کوئی ہمارے ساتھ بات نہ کرتا۔ ہمارے دوستوں اور عزیزوں نے آنکھیں پھیر لیں اور ہم سخت شرم زدہ اور پریشان تھے۔ جب میں بازار میں جاتا تو سب کو دیکھتا مگر کوئی مجھ سے بات نہ کرتا۔ آخر مسلمانوں کی بے رُخی سے تھک آ کر میں اپنے ایک رشید دار ابو قفادہ کے ہاں گیا۔ اُسے آزادی مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر میں نے اس کے احاطہ کی دیوار پر چڑھ کر اُسے سلام کیا مگر اس نے سلام کا جواب تک نہ دیا۔

میں روتا ہوا دیوار سے اُتر اور بازار چلا گیا۔ وہاں مجھے شام کا ایک آدمی ملا۔ جس نے مجھے شاہ غستان کا ایک خط دیا جس میں لکھا تھا ہم نے سُنا ہے کہ تمہارا سردار تم سے ناراض ہے اور تمہارا بائیکاٹ کیا گیا ہے۔ تم ایک معزز شخص ہو۔ تم ہمارے پاس چلے آؤ۔ ہم تمہاری دلداری کو تیار ہیں۔ میں نے خط پڑھ کر کہا۔ اللہ اب آزمائش اس درجہ کو پہنچ گئی کہ ایک نئر ک مجھ کو دم دے رہا ہے۔ میں نے وہ خطا قریب ہی ایک تنور میں ڈال دیا اور خاموش رہا۔

اسی طرح پورے چالیس دن گزر گئے۔ اکتالیسوں دن مجھے یہ پیغام آیا کہ رسول اللہ ﷺ جنمیں یہ حکم دیتے ہیں کہ اپنی بیوی سے الگ ہو جاؤ۔ میں نے بیوی کو کہا۔ جا پنے میکے چلی جا جب خدا کا حکم ہو گا پھر آ جانا۔ دس دن اسی حالت میں گزر گئے۔ میں اپنی جہالت اور کابھی پر نادم تھا اور اس گناہ کیلئے خدا سے گز کر کر معافی مانگتا۔ دس دن اسی طرح گزر گئے۔ اور پورے پچاس دن کے بعد ہمیں خوشخبری ملی کہ خدا نے ہمیں معاف کر دیا۔ میں دوڑتا ہوا نبی کریم ﷺ کے آستانہ پر حاضر ہوا تو حضور اکرم ﷺ کا چہرہ مبارک چک رہا تھا۔ اُپ ﷺ نے مجھے کیکہ کرمیا: ”مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے تمہیں معاف کر دیا۔“

جب عذی نے اپنی بیوی سے نبی کریم ﷺ کے تمام حالات اور تعریف سنی تو اُس نے خود مدینہ منورہ میں دربار رسلت ﷺ میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا۔ اس نے اپنے قبیلہ کا ایک وفد اپنے ہمراہ لیا اور مسجد نبوی ﷺ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا۔ آنحضرت ﷺ عذی کو اپنے ہمراہ مکان پر لے گئے اور عزت و احترام کے ساتھ پھجوئے پر بنایا اور حسین سلوک سے پیش آئے۔

عذی نبی کریم ﷺ کے پاکیزہ اخلاق سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے فوراً حضور اکرم ﷺ کی بیعت کر لی اور اپنے قبیلہ میں واپس جا کر لوگوں کو اسلام کی دعوت دی اور بہت سے آدمی اسلام لے آئے۔

آزمائش

حضور رسول خدا ﷺ نے جنگ توب ک پر روانہ ہونے سے پیشتر تمام مسلمانوں کو تیاری کا حکم دے دیا تھا۔ گرددور دراز کے سفر اور شدت کی گری کی وجہ سے بہت سے منافق باوجود تاکیدی حکم کے آپ کے ہمراہ نہ گئے۔ ان کے علاوہ تین تھے مسلمان بھی سُستی کی وجہ سے فوج میں شامل نہ ہو سکے۔ یہ کعب بن مالک، ”مرارہ بن الریح“ اور ”بلال بن الحارث“ تھے۔

کعب بن مالک بیان کرتے ہیں کہ میرے توب کے جنگ میں شامل نہ ہونے کی سوائے کاملی کے اور کوئی وجہ نہ تھی۔ میرے پاس سواری کے اونٹ بھی تھے اور زادراہ بھی موجود تھا۔ میں بھی خیال کرتا رہا کہ کل روانہ ہو جاؤں گا اور آپ ﷺ سے توب میں جاملوں گا۔ ہر روز میں اس ارادہ کو اگلے دن پر ناتا رہا۔ حتیٰ کہ حضور ﷺ کے واپس تشریف لانے کی خبر آگئی۔ میرے دوسرے دو دوستوں کا بھی بھیجاں حال تھا۔

جب آنحضرت ﷺ مدینہ واپس تشریف لائے تو لوگ ملے کیلئے حاضر ہوئے اور جو لوگ جنگ میں شامل نہیں ہوئے تھے انہوں نے طرح طرح کے بھانے پیش کر کے مذہرات چاہی۔ میں بھی حاضر ہوا۔ حضور اکرم ﷺ نے پوچھا کس وجہ سے رہ گئے کیا تم نے بیعت نہیں کی تھی امیں نے عرض کیا رسول اللہ ﷺ اگر میں کسی اور دنیا دار بادشاہ کے سامنے ہوتا تو تھی جھوٹی باتیں بنا کر اپنی صفائی پیش کر دیتا تھا۔

ضعیفوں کی ضرورت میں پوری کرتے۔

جب آپ تخت خلافت پر رونق افروز ہوئے تو آپ کے محلہ کی ایک لڑکی کو جس کی بکریاں آپ دو دیا کرتے تھے بہت فکر ہوا اور کہنے لگی ”ابو بکر صدیقؓ تو اب حاکم بن گئے۔ میری بکریاں کوں دو دیا کرے گا؟“ جب آپ نے سنا تو فرمایا ”خدا کی قسم میں اب بھی تمہاری بکریاں دو دیا کروں گا۔ خلافت مجھے لوگوں کی خدمت سے باز پہنچ رکھے گی۔“

مدینہ منورہ میں ایک اندھی اور بُرڈھی عورت رہتی تھی۔ وہ بہت غریب اور معدوز تھی۔ اس کی مدد کرنے والا اور اس کے کام کاچ کرنے والا کوئی نہ تھا۔ حضرت عمرؓ ہر روز علی الصَّحْ اس بُرڈھیا کے مکان پر جاتے اور اس کی ضروری خدمت سر انجام دیتے اور سویرے سویرے ہی سب کام کاچ کر کے واپس آ جاتے۔

چند دنوں کے بعد انہوں نے دیکھا کہ کوئی شخص ان سے پہلے ہی آ کر بُرڈھیا کے تمام کام کاچ کر جاتا ہے۔ انہیں یہ تفتش کرنے کا خیال پیدا ہوا کہ یہ کوئی شخص ہے جو ہر روز تواب حاصل کرنے میں مجھ سے سبقت لے جاتا ہے۔ چنانچہ ایک روز حضرت عمرؓ کو محروم رات پہلے ہی وہاں پہنچ گئے اور کیا دیکھتے ہیں کہ امیر المؤمنین خلیفہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی کیا کامیابی تھی۔ اس ناپینا ضعیفہ کی خدمت گزاری سے فارغ ہو کر اس کی جبو پڑی سے باہر لگ رہے ہیں۔ انہیں دیکھ کر بولے۔ یا خلیفہ رسول اللہ ﷺ کیا آپ ہی ہر روز سبقت لے جاتے ہیں۔

ایک لڑکی کی قوتِ ایمانی

جب حضرت ابو بکر صدیقؓ نبی کریم ﷺ کے ہمراہ ہجرت کیلئے تشریف لے گئے تو جاتی دفعہ رسول پاک ﷺ کی خدمت اور ضرورت کیلئے تمام نقد روپیہ جو پانچ چھوٹے ہزار کے قریب تھا اپنے ہمراہ لے گئے۔ آپ کے جانے کے بعد حضرت ابو بکرؓ کے والد ابو قافلؓ کو جو اس وقت تک مشترف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے ایک تو بیٹے کے گھر سے چلے جانے کا خیال پیدا ہوا وسرے انہیں روپے کے گھر سے لکل جانے کا بھی کچھ صدمہ سا ہوا۔ انہوں نے اپنی پوتی اسماء بنت ابو بکرؓ کو مخاطب کر کے کہا ”یہی امیں سمجھتا ہوں کہ ابو بکرؓ نے

ایک منافق کا حشر

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ایک بیرونی اور ایک مسلمان بیشتر نامی کے درمیان کچھ جھگڑا تھا۔ انہیں اپنا فیصلہ کرانے کیلئے کسی ٹالٹ کی ضرورت تھی۔ بیرونی جانتا تھا کہ مسلمانوں کے پیغمبرِ عدل و انصاف سے فیصلہ کریں گے۔ اس لئے وہ اپنا فیصلہ نبی کریم ﷺ سے کرانا پاہتا تھا۔ لیکن اس مسلمان کو کعب ابن اشرف بیرونی رجیس کی طرف رغبت تھی۔ آخر بیرونی کے زور دینے پر وہ دونوں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کے بیان سننے کے بعد بیرونی کو سچا سمجھ کر فیصلہ اس کے حق میں دیا۔

جب وہ دربارِ بیرونی ﷺ سے باہر لگئے تو اس مسلمان نے کہا یہ فیصلہ مُھیک نہیں۔ چلو حضرت عمرؓ کے پاس چلیں۔ دونوں حضرت عمرؓ کے پاس آئے۔ بیرونی نے آتے ہی یہ کہہ دیا کہ ہم دونوں آپ کے نبی کے پاس گئے تھے اور انہوں نے میرے حق میں فیصلہ کیا ہے۔ مگر اس نے اس فیصلے کو نہیں مانا۔

حضرت عمرؓ نے بیرونی کے اس بیان کی قدر یقیناً اس نے کہا یہ درست ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے تھے مگر میں آپ کے فیصلہ کو ان کے فیصلہ پر ترجیح دیتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ ہمارا فیصلہ مُھیک کریں گے۔ حضرت عمرؓ نے کہا ذرا شہر جاؤ میں ابھی فیصلہ کئے دیتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ اندر تشریف لے گئے اور تووار لا کر اس منافق کی گردان اڑا دی اور فرمایا جو شخص مسلمان ہو کر اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے فیصلہ کو نہ مانے اس کا فیصلہ بھی ہے۔

بیرونی کے بعض دوستوں نے اس قتل پر بہت شور و غل چاپا مگر اللہ تعالیٰ نے وہی بیچج کر حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ کی تائید فرمائی اور اس دن سے آپ کا لقب فاروق ہوا۔

خدمتِ خلق

حضرت ابو بکر صدیقؓ غریبوں، ضعیفوں اور ناقصوں کی خدمت کرنا اپنے لئے باعثِ فخر خیال کرتے تھے۔ وہ اپنے محلے کے لوگوں کی بکریاں دو جیتے، پیاروں کی چمارداری کرتے اور کمزوروں، ناپینوں اور

کاٹ دو۔ جب ہاتھ کٹ چکا تو پھر وہی سوال کیا اور حضرت جیبػ نے نہایت بے باکی سے وہی جواب دیا۔ پھر دوسرا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔

الغرض مسیلہ نے جس قدر تخت سے اپنی نبوت منوانے پر اصرار کیا وہ اتنے ہی صداقت پر اڑائے رہے۔ آخراً ایک ایک کر کے ان کے تمام اعضا کاٹ دیئے گئے مگر اس اللہ کے بندے نے راہ تھی سے قدم نہ ہٹایا۔

جب حضرت ابو بکر صدیقؓ کو مسیلہ کے ظلم و ستم کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے اس قدر ارتدا کا قلع قلع کرنے کیلئے حضرت خالد ابن ولیدؓ کے ماتحت چار ہزار سپاہیوں کا ایک لٹکر روانہ کیا۔ حضرت اُمّ عمارۃؓ نے بھی لٹکر کے ساتھ جانے کی اجازت حاصل کر لی اور دل میں مضموم ارادہ کر لیا کہ وہ مسیلہ کو مت کے گھاٹ آثارے گی۔

حق و باطل کی ہولناک جنگ ہوئی۔ مسیلہ اور اس کی فوج نہایت بے جگری سے لڑی۔ اس میں بارہ سو مسلمان جاہد شہید ہوئے جن میں نامور مصحابہؓ بھی تھے۔ آخر قبال پر غالب آیا اور مسیلہ کا نئی دل لکھر دیں ہزار لاشیں چھوڑ کر میدان سے بھاگ نکلا۔

میں ہدت کی لڑائی میں حضرت اُمّ عمارۃؓ کو مسیلہ کی ٹلاش تھی۔ اُمّ عمارۃؓ کی عقابی کا ہوں نے آخر اُسے تاک لیا اور اپنی تلوار سے مسیلہ کی فوجوں کو چیرتی ہوئی بھوکی شیرنی کی طرح گرجتی ہوئی مسیلہ کے سر پر بٹھنی گئی۔ وہاں تک بٹھنچے میں اُسے گیارہ رخم آئے اور بایاں ہاتھ بھی کلائی سے کٹ گیا مگر نہایت جوانمردی سے آگے بڑھتی گئی اور مسیلہ کے قریب بٹھنی کرایک ہاتھ سے اُس پر وار کیا۔ چاہتی تھی کہ یہی وقت مسیلہ پر دو تلواریں پڑیں اور اُس کا جسم ٹکڑے ہو کر گھوڑے سے گر پڑا۔ دیکھا تو عبد اللہ اور حشی دو مسلمان پاس کھڑے تھے جن کی تلواروں نے اس جھوٹے نبی اور اس کی نبوت کا خاتمه کر دیا۔

عزِ مصادق

نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد خجادہ اور یمن کے بعض قبیلے جو قبور اعرصہ پہلے اسلام لائے تھے اور انہی ان کے دلوں میں اسلام اور ایمان رائج نہیں ہوا تھا، اسلام سے برگشتہ ہونے لگے۔ نبی کریم ﷺ انہوں نے ان کا کار کر دیا اور کہا ”محرر ﷺ کے رسول ہیں“۔ مسیلہ نے حکم دیا کہ اس کا ایک ہاتھ

تمہیں دو ہری مصیبت میں جتنا کر دیا۔ ایک تو دو خود چلا گیا دوسرے نقد مال بھی ساتھ لے گیا۔

اساں وقت بہت چھوٹی تھیں لیکن انہیں نبی کریم ﷺ سے عقیدت پیدا ہوئی تھی۔ یہک پاپ کی نیک بیٹی نے جواب دیا ”دادا جان اوہ ہمارے لئے کافی روپیہ چھوڑ گئے ہیں“۔ پھر حضرت اسماں نے ایک پچھر لیا اور اس پر کپڑا لپیٹ کر اُسے اس گڑھے میں رکھ دیا جس میں روپیہ رکھا ہوا تھا۔ ابو قافلہ نے ٹوٹا تھا۔ حضرت اسماں کا ہاتھ پکڑ کر اس گڑھے کے پاس لے گئی۔ ابو قافلہ نے ٹوٹ کر دیکھا تو وہاں ایک چھوٹی سی گھڑی موجود تھی۔

ابو قافلہ کو اب طمینان ہوا اور کہنے لگے خیر جب تمہارے پاس کافی سرمایہ موجود ہے تو ابو بکرؓ کے جانے کا پہنچاں افسوس نہیں۔ اس نے اچھا کیا کہ تمہاری ضرورتوں کیلئے کافی مال چھوڑ گئے۔

اسماں فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے بوڑھے دادا کے طمینان کیلئے ایسا کیا اور نہ روپیہ تو سارا ابا جان لے جا چکے تھے۔ انہیں نبی کریم ﷺ سے مشق خداور وہ نبی کریم ﷺ کے آرام آسائش اور ضرورتوں کو اپنی اور اپنی اولاد کی ضرورتوں پر مقدم سمجھتے تھے۔

جو اندر دی

رسول کریم ﷺ کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد یہاں کا سردار مسیلہ کذاب جو بہت ہی بد نظرت طالم اور مغور انسان تھا۔ اپنی حکمری قوت کے گھمینڈ پر مرتد ہو گیا اور اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اس کے قبیلہ کے تمام لوگوں نے جن میں چالیس ہزار بیٹگی بھوک جوان شامل تھے اسے نبی مان لیا۔

اس کے جھوٹے مذہب میں عیاشی اور بد معاشی کی عام اجازت تھی اور اُس نے نماز اور زکوٰۃ کو معاف کر دیا۔ بہت سے مناقش اس کے ساتھ شامل ہو گئے اور اُس کے پاس ایک لاکھ کے قریب فوج جمع ہو گئی۔

حضرت اُمّ عمارۃؓ کے بیٹے جیبػ بن زید علاقہ عمان سے مدینہ آئے تھے کہ مسیلہ کے ہاتھ پڑ گئے۔ مسیلہ نے ان سے کہا ”گواہی دو کہ مسیلہ اللہ کا رسول ہے“۔

انہوں نے ان کا کار کر دیا اور کہا ”محرر ﷺ کے رسول ہیں“۔ مسیلہ نے حکم دیا کہ اس کا ایک ہاتھ

ابتدائی مسلمانوں کے اوصاف

اجنادین ملک شام کا ایک بڑا شہر تھا۔ اس جگہ مسلمانوں اور رومیوں میں ایک بہت زبردست لڑائی ہوئی۔ ہرقیل شاوروم کا بھائی رومیوں کا سپہ سالار تھا۔ وہ دیکھ کچا تھا کہ مسلمان شہر پر شروع کرتے چلے آ رہے ہیں اور کسی ملک کی بڑی سی بڑی فوج بھی ان کے مقابلہ میں نہیں پھر سکتی۔

وہ سوچنے لگا کہ مسلمانوں کی اس طاقت اور کامیابی کی وجہ کیا ہے۔ مسلمانوں کے پاس نہیں رومیوں جیسی تجربہ کار اور رژید فوج تھی اور نہیں ان کے پاس رومیوں ہتنا سامان حرب تھا۔ آخر اس نے یہ معلوم کرنے کیلئے ایک عیسائی عرب کو مسلمانوں کے لئکر میں بھجا تا کہ وہ وہاں رہ کر اصل حالات کو معلوم کرے کہ مسلمانوں کی کامرانی کا راز کس طاقت پر ہے۔

یہ شخص چونکہ عرب تھا اس نے مسلمانوں میں آلا اور شب و روز مسلمانوں کی تمام حرکات و سکنات کا بغور معاشر کیا۔ اس نے دیکھا کہ ہر شخص امیر کا دل و جان سے فرمانبردار ہے اور ایک دوسرے کے ساتھ برتاؤ میں دیانتدار، ایماندار اور صادق القول ہے۔ اور جب عبادت کیلئے کھڑا ہوتا ہے تو تمام رات نماز اور تلاوت قرآن میں گزار دیتا ہے۔

جب وہ واپس آیا تو رومی سپہ سالار نے اس سے پوچھا تھا مسلمانوں کو کیسا پایا؟ اُس نے جواب دیا:

”بِاللّٰهِ رُحْمٰنٌ وَبِاللّٰهِ رُحْمٰنٌ وَلَوْ سَرَقَ ابْنُ مَلِكِهِمْ قَطْعَوْهُ وَلَوْ نَلِيَ رُجْمَ لَا قَمِيَةُ الْحَقِّ فَلَيْهِمْ۔ یہ لوگ رات کو راہب اور عابد ہیں۔ اور دن میں بیدار شاہ سوار۔ اگر ان کے بادشاہ کا پیٹا بھی چوری کرے تو اس کے ہاتھ کاٹ ڈالیں۔ اور اگر زنا کرے تو پرمارکر ہلاک کر دیں۔ حق کے جاری کرنے میں کسی کی رعایت نہیں کرتے۔“

جب سپہ سالار نے یہ سننا تو کہا ”جو کچھ تو نے بیان کیا ہے اگر یہ سب حق ہے تو پھر میں میں اُتر جانا اس سے آسان ہے کہ ان کا مقابلہ کیا جائے۔“

کے بعد ان کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اب فرائض اسلامی سے ہم کو آزادی مل گئی ہے۔ وہ زکوٰۃ کو ایک بہت بڑا بوجھ سمجھتے تھے۔ اسی اثنائیں کمی ایک جھوٹے نبی پیدا ہو گئے جنہوں نے زکوٰۃ سے معافی کا اعلان بھی کر دیا اور یہ لوگ فوراً ان کے اثر میں آگئے۔

جب حضرت ابو بکر صدیقؓ غیفہ اذل کو اس کا علم ہوا تو آپ نے انہیں حکم بیججا کہ اگر تم زکوٰۃ سے انکار کرو گے تو تم سے جہاد کیا جائے گا۔ ان قبیلوں نے اپنے اپنے وفد غیفہ اذل کی خدمت میں بھیجے۔ انہوں نے کہا ہم کلمہ پڑھتے ہیں۔ نماز بھی پڑھوا لو۔ روزے بھی رکوالو۔ حج بھی کریں گے مگر زکوٰۃ معاف کر دو۔

بہت سے صحابہ کرام موجود تھے۔ انہوں نے رائے دی کہ اس وقت فتنہ ارتاد بڑھ رہا ہے۔ کہیں قبیلے بغاوت کر رہے ہیں اور کہیں جھوٹے نبی لوگوں کو گراہ کر رہے ہیں۔ اس لئے مصلحت وقت یہ ہے کہ ان کے ساتھ نرمی کی جائے۔ حضرت عمرؓ کا مشورہ بھی یہی تھا۔

جب حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ان کا جواب سننا تو غصب میں آ کر کہنے لگے: ”اے عمرؓ تم جہالت میں یعنی اسلام لانے سے پہلے تو بڑے جابر تھے لیکن اب تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اسلام لا کر ذمیل ہو گئے۔ قرآن پاک اُتزِچکا، وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا، دین کامل ہو چکا۔ کیا اب تم اس میں کی بیشی کرنا چاہتے ہو؟ اللہ کی قسم اگر زکوٰۃ کا ایک جانور بھی کوئی قبیلہ رو کے گاتھ میں اس سے ضرور جباد کروں گا۔“

قبائل کے وفد ناکام واپس چلے گئے اور غیفہ اذل صحابہ کے ایک لئکر کو لے کر خود ان مرتدوں سے مقابلہ کرنے کیلئے نکلے۔ لوگوں نے روکا اور کہا آپ مدینہ منورہ میں قیام فرمائیں اور خود مقابلہ کیلئے نہ لٹکیں۔ اسلامی فوج اس کام کیلئے کافی ہے۔ اگر آپ کو کوئی صدمہ پہنچا تو نظام امت منتشر ہو جائے گا۔ لیکن آپ نے اس مشورہ کو قول نہ کیا اور پہلے نبی عيسیٰ سے مقابلہ کیا اور انہیں لکھست دی۔ اس کے بعد دوسرے قبیلوں کی سرکوبی کیلئے بڑھے اور گیارہ امیروں کو خلف اطراف میں روشن کیا اور تمام مرتدوں کے نام یہ اعلان کر دیا کہ جو اللہ کی کتاب پر ایمان لے آئے اُسے قتل نہیں کیا جائے گا اور نہ اس سے جنگ کی جائے گی۔ لیکن جو بازنہ آئیں گے اُن پر توارثِ اٹھائی جائے گی اور ان سے بجز اسلام کے کچھ قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور ان سرداروں کو حکم دیا کہ جس بستی کے لوگ اذان پکاریں ان سے ہاتھ روک لیا جائے اور جو اپنے ارتداد پر قائم رہیں ان کو سزا دی جائے۔

خلاص

جگہ موئیں روئیوں کے ہاتھوں بہت سے صحابہ اکرم شہید ہوئے۔ ان میں زید بن حارثہ بھی تھے۔ نبی کریم ﷺ نے وصال سے چند یوم قبل روئیوں سے بدل لینے کیلئے ایک لشکر کوتیاری کا حکم دیا اور اس لشکر کے سردار حضرت اسامہ بن زید مقرر ہوئے۔

جب یہ لشکر کوچ کرنے کا تو آنحضرت ﷺ پیار ہو گئے تھے کہ آپ ﷺ کا وصال ہو گیا۔ اس کے بعد یہ خبریں آنے لگیں کہ بعض ظمیں قبیلے مرتد ہو رہے ہیں۔ بعض صحابہ اکرم نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو عرض کیا کہ اسلام کے مخالفوں کی طاقت بڑھ رہی ہے۔ اس لئے مناسب ہے کہ ایسے وقت میں باہر کوئی فوج نہ بھیجی جائے۔ بلکہ مہین رکھی جائے تاکہ ضرورت کے وقت کام آئے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے نہایت تھی سے اس مشورے کو نظردا دیا اور کہا خود حضور نبی کریم ﷺ نے اس لشکر کی روائی کا حکم جاری فرمایا تھا اور اس کی تائید بھی فرمائی تھی۔ اس لئے ابو بکرؓ کی حالت میں بھی حضور اکرم ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا اور جس جہنڈے کو خود رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے باندھا ہوا ابو بکرؓ سے کھول نہیں سکتا۔

صحابہ اکرم نے عرض کیا آپ اس لشکر میں بہت جلیل القدر صحابہ کو باہر بھیج رہے ہیں لیکن قبائل عرب کی حالت خراب ہو رہی ہے۔ ایسی صورت میں اپنی طاقت کو بکھیر دینا مناسب نہیں۔ آپ نے اسے ان کے جواب میں فرمایا:

”قلم ہے اللہ کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر میں یہ بھی جان لوں کہ درندے مجھ کو پھاڑ کھائیں کے۔ تب بھی میں اس لشکر کو نہیں رکوں گا۔ اور خواہ بستیوں میں میرے سوائے ایک آدمی بھی نہ رہ جائے پھر بھی میں اس کے روانہ کے بغیر نہیں رہوں گا۔“

ڈسپلن کا نمونہ

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے خلافت کو سنبھال لئے ہی سب سے پہلا کام یہ کیا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے

روئیوں کے خلاف جس لشکر کوتیاری کا حکم دیا تھا اسے روانہ فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس لشکر کا سردار اسامہ بن زید کو مقرر فرمایا تھا۔ اسامہ زید کے بیٹے تھے۔ وہ زید جو آنحضرت ﷺ کے غلام مشورتے۔ اس وقت ان کی عمر صرف سترہ (۷۱) سال کی تھی۔ بعض صحابہ اکرم نے اعتراض کیا کہ اگر آپ نے لشکر بھیجا ہی ہے تو اس کا سردار کسی سن رسیدہ اور شریف انسل آدمی کو بھائیں۔ ان اعتراض کرنے والوں میں حضرت عمرؓ بھی تھے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے نہایت غصت سے حضرت عمرؓ کو خاطب کر کے فرمایا: ”رسول اللہ ﷺ نے اسامہ کو سردار مقرر کیا ہے کیا تم لوگ یہ چاہتے ہو کہ ابو بکرؓ اسے برطرف کر دئے یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔“

جب آپ اس فوج کو حضرت کرنے کیلئے تعریف لے گئے تو اسامہ گھوڑے پر سوار تھے اور امیر المؤمنین خلیفہ وقت حضرت ابو بکر صدیقؓ ان کے رکاب میں پیڈل چل رہے تھے۔ ان کا گھوڑا حضرت عبد الرحمن بن عوف تھا میں ہوئے جا رہے تھے۔ حضرت اسامہ نے پاس ادب سے کہا ”امیر المؤمنین یا تو آپ بھی سوار ہو جائیں یا مجھے اترنے کی اجازت دیں۔“ فرمایا: ”نہ میں خود سوار ہوں گا“ تھیں اترنے کی اجازت دوں گا۔“ چنانچہ آپ پیادہ پاؤڑ تک اس فوجوں غلامزادے امیر لشکر کی رکاب میں چلے گئے تاکہ عرب کے بڑے بڑے سردار اور رئیس جو غلامزادوں کو تغیری سمجھتے تھے اور جو اس لشکر میں بطور سپاہی شامل تھے اطاعت امیر کا سبقتی اور ڈسپلن امیر المؤمنین سے سیکھیں۔

اس فوج میں حضرت عمرؓ بھی شامل تھے۔ حالات کی نزاکت کی وجہ سے حضرت ابو بکر صدیقؓ نہیں مدینہ میں ٹھہرانا چاہتے تھے اور بحیثیت خلیفہ وقت ایسا کرنے کے مجاز بھی تھے لیکن اب حضرت عمرؓ اسامہ کے نزدیک مکان تھے۔ اس لئے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت اسامہ سے درخواست کی کہ اگر مناسب سمجھو تو عمرؓ کو میری مدد کیتے بھاں رہنے دو۔ حضرت اسامہ نے اجازت دے دی اور ان کی اجازت سے حضرت عمرؓ کو ٹھہرایا گیا۔

اس سے بڑھ کر ڈسپلن کی مثال دیا میں بہت کم ملے گی کہ ایک غلامزادہ کو بڑے بڑے ہاشمی سرداروں کا سپہ سالار مقرر کر دیا جائے اور وہ اس کی اطاعت میں کان تک نہ ہلا کیں اور خود پا دشاو و وقت اس کے رکاب میں پیڈل چلے۔

قرآن کا مجھہ

حضرت عمر فاروقؓ کے اسلام لانے کے متعلق تو اُن خیل میں مختلف واقعات درج ہیں لیکن سب سے مشہور اور معتمد ہے جو بطرانی اور یعنی میں درج ہے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کا جانی دشمن تھا۔ ایک دن میں مکہ کی ایک گلی میں جارہا تھا کہ راستہ میں مجھے قبیلہ بن زہرا کا ایک غصہ ملا جس کا نام شیم بن عبد اللہ تھا۔ اُس نے کہا کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا (نعواز بالله) محمد ﷺ کو قتل کرنے جارہا ہوں۔ اُس نے کہا پڑے تجھ کی بات ہے کہ تمہارے گھر میں وہ کام ہو جاتے ہیں کہ تمہیں خوبی نہیں ہوتی۔ میں نے کہا کیا ہوا؟ اُس نے کہا تمہاری بہن اور بہنوئی مسلمان ہو گئے۔

میں وہیں سے بہن کے مکان کی طرف لوٹا اور پہنچ کر دروازہ ٹکٹکھایا۔ اندر سے جواب ملا کون ہے؟ میں نے کہا عمر۔ اندر کے آدمی مجھ سے ذرگئے اور ایک کتاب جو وہ پڑھ رہے تھے گمراہت میں وہیں رکھ دی۔

میری بہن نے دروازہ کھولا۔ میں نے کہا اے جان کی دشمن ٹو بے دین ہو گئی۔ یہ کہہ کر جو کچھ میرے ہاتھ میں تھا اُس کے سر پر دے مارا جس سے وہ زخمی ہو گئی اور سر سے خون بنتے گا۔ بہن نے روکر کہا جو کچھ میری سمجھ میں آیا میں نے کر لیا۔ میں اندر گیا اور چار پائی پر جا کر بیٹھ گیا۔ میں نے وہاں ایک کتاب دیکھی۔ پوچھا یہ کیا ہے میرے پاس لاد۔ بہن نے کہا تم ناپاک ہو تو تم اسے نہیں بخو سکتے۔ میں نے غسل کیا۔ انہوں نے وہ کتاب دی۔ جب اُسے کھولا تو لکھا تھا: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ سَلَّمَ اللّٰهُ عَلٰی ما فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ۔ میں بہت سے کاپ گیا۔ تیرسی بار جب میں نے اِيمَنُو بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ۔ تک پڑھاتو میں نے کہا: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ۔ یعنی کہ گھر کے تمام آدمی و دوڑے اور زور سے ٹکریں کہا۔

پھر میں نے پوچھا رسول اللہ ﷺ کہاں تشریف رکھتے ہیں۔ انہوں نے کہا ابو قرم کے مکان میں۔ میں وہاں گیا اور دروازہ پر دستک دی۔ پوچھا کون ہے؟ میں نے کہا عمر۔ چونکہ لوگ میری اسلام دشمنی سے

شمیشیر زن خواتین

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانہ میں حضرت ابو عبیدہؓ اور خالد بن ولیدؓ فوجیں عراق پیچ کرنے کے بعد دمشق میں آ کر مل گئیں۔ اہل دمشق میدان سے بھاگ کر قلعہ بند ہو گئے۔ کئی دنوں تک شہر کا حاصرہ جاری رہا۔ آخر دنوں جریل دمشق کو چھوڑ کر اجنا دین کی طرف پڑھے جہاں رومیوں کی نوے ہزار فوج مسلمانوں کے مقابلہ کیلئے پڑھ رہی تھی۔

اس اثناء میں قیصر روم نے دمشق کی مدد کیلئے کچھ فوج بیچ دی۔ جس کا مقابلہ دمشق سے جانے والے مسلمانوں کے ساتھ ہوا۔ جب دمشق والوں نے دیکھا کہ مکہ پہنچ گئی ہے تو وہ بھی ہتھیار بند ہو کر قلعہ سے نکلے اور پہنچے سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔

اب مسلمان دنوں فوجوں کے درمیان تھے۔ پہلے انہوں نے تازہ دم رزوی فوج سے لڑانا شروع کیا۔ اس اثناء میں اہل دمشق نے مسلمان عورتوں کو جو فوج کے پہنچے تھیں اپنی حراست میں لے لیا اور ان کے گرد گھیراڈاں کر انہیں قلعہ کی طرف لے جانا چاہا۔

ان عورتوں میں خولہ بنت اوزر بھی تھیں۔ انہوں نے دوسرا مسلمان عورتوں کو مجاہد کرتے ہوئے کہا: بہنو! کیا تم یہ گوارا کر سکتی ہو کہ منہر کیمین دمشق کے قبضہ میں چلی جاؤ؟ کیا تم عربوں کی شجاعت کے دامن پر داغ لگانا چاہتی ہو؟ کیا تمہاری غیرت جاتی رہی؟ کیا تمہاری حیثیت مردہ ہو چکی؟ میں تو اس ذات سے موت کو ترجیح دوں گی۔

ان چند لکھنوں نے ان مسلم خواتین کے خون کو گرمادیا۔ انہوں نے خیموں کی چیزوں پر ڈالیں۔ کسی نے تواریکی اور کسی نے نیزہ ہاتھ میں لیا اور سب بھوکی شیر نہوں کی طرح حمالین پر حملہ آور ہو گئیں اور آن کی آن میں تیس کے قریب دشمنوں کو ہلاک کر دیا۔ دشمنوں نے بھی مقابلہ شروع کر دیا لیکن اس اثناء میں مسلمان رومیوں سے فارغ ہو کر اس طرف پڑھے اور مدشی فوج انہیں دیکھ کر پھر قلعہ کی طرف بھاگ گئی۔

طرف توجہ نہیں کی تو مجھے اسی حالت میں رہنے دو۔

اطاعت امیر اور خلوص

حضرت خالد بن ولیدؓ نے ایران اور شام کی فتوحات میں بہادری کے جو جو ہر دکھائے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ جس طرف اُن کا قدم اُختاختا ہے و نصرت اُن کے قدم چوتی۔ رسول مقبول ﷺ نے مسیف من سیوف اللہ کا خطاب عطا فرمایا تھا۔ واقعی یہ خدا کی تواریخی اور ایسی بے پناہ تواریخ کہ جس طرف اُختحقی دشمن اس کی تاب نہ لاسکتے۔

یہ شام کی لڑائی میں اسلامی فوجوں کے سپہ سالار تھے اور حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ ان کے نائب تھے۔ ۳۱ جولائی میں جب حضرت عمر بن الخطاب خلافت پر جلوہ گر ہوئے تو انہوں نے حضرت خالد بن ولیدؓ کی معزولی کا حکم نافذ کر دیا۔ یہ حکم میں اس وقت پہنچا جب وہ جنگ کے اگلے محاذ میں لڑ رہے تھے۔ آپ نے اس حکم کو نہایت فراخ دلی سے سننا اور فرمایا: ”مجھے امیر المؤمنین کا حکم سروچشم منکور ہے میں اپنی امارت کیلئے جنگ نہیں کر رہا۔ ابو عبیدہؓ میں اسلام کی خاطر لڑ رہا ہوں۔ امیر المؤمنین نے آپ کو سالار اور امیر مقرر کر دیا ہے اور میں بخوبی ایک معمولی سپاہی کی حیثیت سے آپ کے ماتحت لڑتا رہوں گا۔“

چنانچہ حضرت خالد بن ولیدؓ حضرت ابو عبیدہؓ کے ماتحت نہایت بہادری سے لڑتے رہے بلکہ پہلے سے بھی زیادہ جال فروشی اور مُستعدتی کا انگیبہ کیا۔ اور ہر موقع پر حضرت ابو عبیدہؓ کو مفید جنگی مخواہ دیتے رہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلامی فوج کو ایک بے نظیر فتح حاصل ہوئی۔

حضرت خالد بن ولیدؓ پسہ گری اور بہادری کی وجہ سے تو پہلے ہی شہرت حاصل کر کچکے تھے اب ان کے خلوص نے ان کی عزت کو چار چاند لگا دیے۔ اُدھر حضرت عمرؓ نے خالد بن ولیدؓ کو معزول کر کے ذیماں کے دلوں سے یہ غلط خیال بھی کمال دیا کہ عراق ایران اور شام میں مسلمانوں کو جو فتوحات حاصل ہوئی ہیں وہ سب خالد کی سپہ گری، شجاعت کی مرہون منت ہیں۔ بلکہ انہوں نے یہ ثابت کر دیا کہ یہ فتح و نصرت اللہ تعالیٰ کے فعل و کرم اور اسلام کی برکت سے حاصل ہو رہی ہیں۔

حضرت خالد بن ولیدؓ طراملیں کی جنگ میں بھی شامل تھے اور حضرت ابو عبیدہؓ کے ماتحت لڑ رہے

واقت تھے۔ انہوں نے دروازہ نہ کھولا تھا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا دروازہ کھول دو۔ اگر وہ نیک ارادہ سے آیا ہے تو ہم اُسے سر آنکھوں پر جگہ دیں گے درونہ ہماری تواریخ ہو گئی اور اُس کا سر۔ پھر آپ ﷺ نے میرا دامن پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور فرمایا: ”عمرؓ مسلمان ہو جاؤ۔ اے اللہ سے ہدایت دے۔“

میں نے کلمہ شہادت پڑھا اور تمام مسلمانوں نے اس زور سے سمجھی کہ مکہ کی گیاں فرشہ سمجھی سے گونج آنھیں۔

دنیا سے بے اعتنائی

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں شام اور ایران فتح ہوئے اور مدینہ منورہ میں مال و دولت کی اس قدر کثرت تھی کہ کوئی حقان ڈھونڈنے سے نہ ملتا تھا۔ بیت المال میں زر و جواہرات کے انبار لگے ہوئے تھے۔ لیکن مسلمانوں کے باڈشاہ امیر المؤمنین حضرت عمرؓ یہ حالت تھی کہ ہو کی روٹی اُن کی غذا اور زیورات کا تیل اُن کا سالن تھا۔

وہ بیت المال کے خزانے کو قوم کا حق سمجھتے تھے اور مستحقوں کے سوائے کسی اور پراؤ سے طلاق نہیں سمجھتے۔ بیت المال سے آپ صرف گزارہ لیتے تھے اور یہ رقم اتنی قلیل تھی کہ نہایت بھی سے بسراوقات ہوتی۔

حضرت عثمانؓ اور حضرت زیبرؓ نے جب امیر المؤمنین کی اس بھنگ دتی کو دیکھا تو انہیں خیال پیدا ہوا کہ امیر المؤمنین کو کہا جائے کہ وہ اپنے روز بینہ یا تنخواہ کو زیادہ کر لیں لیکن کسی کو ایسا کہنے کی خرأت نہ تھی۔

چنانچہ یہ دونوں بزرگ حضرت عمرؓ بیٹی امیر المؤمنین حضرت حضرةؓ کے پاس گئے اور کہا: ”آپ ہمارا نام ظاہرنہ کریں لیکن امیر المؤمنین کو کہیں کہ لوگوں کی یہ رائے ہے کہ آپ بیت المال سے جو روز بینہ یا گزارہ لیتے ہیں اس کو زیادہ کر لیں تاکہ آپ کا گزر اوقات فارغ المآلی سے ہو۔“

حضرت حضرةؓ نے جب یہ پیغام خلیفہ نافیی کو سنایا تو انہوں نے پوچھا کہ یہ کون لوگ تھے جو مجھے اسی ترغیب دیتے ہیں۔ میں ضرور ان کی خبر لوں گا۔ حضرت حضرةؓ نے کہا میں ان کا نام ظاہر نہیں کر سکتی۔

پھر آپ نے فرمایا جان پدر اکیار رسول اللہ ﷺ نے فاتے نہیں کئے۔ کیا حضور اکرم ﷺ نے پیوند لگے ہوئے کپڑے نہیں پہنے۔ جب انہوں نے اس فنا ہو جانے والے دُنیاوی مال و دولت کی

تمھیا تھا۔ جس میں بھنے ہوئے ہو اور کچھ کھو ریں تھیں۔ ایک ملکیزہ اور ایک لکڑی کا پایال تھا۔ آپ اور آپ کا غلام باری باری اونٹ پر سوار ہوتے۔ جب آپ سوار ہوتے تو غلام اونٹ کی مہار کپڑا لیتا اور جب غلام اونٹ پر سوار ہوتا تو آپ اس کی مہار کپڑا کراونٹ کے آگے چلتے۔

جب بیت المقدس پہنچ تو حضرت ابو عبیدہ اور سردار ان فوج آپ کے استقبال کیلئے لٹکے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کا بادشاہ جس کے نام سے قیصر و کسری کا پڑھتے ہے تھے ایک پھٹی ہوئی عبا پہنچ پا پیا دہ آ رہا ہے۔ انہیں خیال پیدا ہوا کہ یہ سائی الوگ جن کے معمولی سردار بڑی آن پان اور شان و شوکت سے رہتے ہیں ہمارے بادشاہ کو دیکھ کر کیا کہیں گے۔ انہوں نے ایک اعلیٰ عرکی گھوڑا اور ایک بہت فیضی لباس آپ کیلئے پیش کیا۔

آپ نے گھوڑا اور لباس والہیں کرتے ہوئے فرمایا: ”خدا نے ہمیں جو عزت دی ہے وہی ہمارے لئے کافی ہے۔ وہ اسلام کی عزت ہے اور ہمیں اس پر فخر ہے۔“

یہ سائیوں نے حضرت عمرؓ کو اس نے بیت المقدس آنے کو کہا تھا کہ وہ اپنی کتابوں میں یہ پیشگوئی پڑھ چکے تھے کہ بیت المقدس کو وہ قوم فتح کرے گی جن کا بادشاہ پونڈگی ہوئی عبا پہنچ کا اور پا پیا دہ شہر میں داخل ہو گا۔

جب انہوں نے امیر المؤمنین کے خلیفہ اور وضع قطع کا اپنی پیشگوئی کی کتابوں سے مقابلہ کیا تو فوراً شہر آنکھ کے دروازے بند کر دیے۔ مسلمانوں نے شہر کا حاصرہ کر لیا اور اسے تختی سے جاری رکھا۔ آخر تجھ آ کر انہوں نے تخلی کی درخواست کی۔ مسلمانوں نے جو شرائط پیش کیں وہ بالکل سادہ تھیں۔

عزِ راخ اور توکل

(دجلہ کو بحالت طغیانی عبور کرنے والے شہسوار)

جن دنوں مسلمانوں نے ایران پر چڑھائی کی اُن دنوں مائن فارس کا دارالسلطنت تھا۔ اس شہر میں وہ قصر ایض واقع تھا جس کے قلعے ہونے کی بشارت حضور نبی کریم ﷺ فرمائے تھے۔ یہ دریائے دجلہ کے مشرق میں واقع تھا۔

تھے۔ اس لڑائی میں مسلمان ڈشناوں کے نزد میں گھر گئے اور حضرت ابو عبیدہؓ پر پیشان ہو کر حضرت خالد بن ولیدؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے: ”اے سیف اللہ! مسلمانوں کی مدد کرو۔ وہ ڈشناوں کے نایاب اکنار سمندر میں غوطے کھار ہے ہیں اور آن کے سر جو خدا کے سوائے کسی کے آگے نہیں بھٹکتے گھوڑوں کے قدموں میں رومندے جا رہے ہیں۔“ حضرت خالد بن ولیدؓ یعنی کریمیات کی بیانات میں آپ کے حکم کا منتظر ہوں۔ خدا کی قسم اگر امیر المؤمنین آپ کی جگہ کسی پیچے کو بھی میر اسردار مقرر کر دیتے تو میں اُس کے حکم کو اسی طرح مانتا جس طرح امیر المؤمنین کے حکم کو۔ یہ کہہ کر تواریخ میں لی اور اس تجزی کے ساتھ ڈشناوں پر جھپٹے جس طرح ایک باز چڑیوں پر جھپٹتا ہے اور آن کی آن میں انگلیں میدان سے بھکا دیا۔

حضرت عمرؓ کی سادگی

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مسلمانوں نے شام پر چڑھائی کی اور تمام مشہور مقامات مثلاً حمص، حلب، الطا کیہ، قصیرہ اور اجنادین وغیرہ فتح کرتے ہوئے بیت المقدس تک پہنچ گئے۔ یہ سائیوں کا تبرک مقام تھا۔

اس کیلئے سائیوں نے پورا زور لگایا لیکن دوسری ٹکسٹوں نے ان کی کرتوزدی تھی اور انہوں نے شہر میں داخل ہو کر اس کے دروازے بند کر دیے۔ مسلمانوں نے شہر کا حاصرہ کر لیا اور اسے تختی سے جاری رکھا۔ آخر تجھ آ کر انہوں نے تخلی کی درخواست کی۔ مسلمانوں نے جو شرائط پیش کیں وہ بالکل سادہ تھیں۔

یہ سائی شہر کو مسلمانوں کے سپرد کرنے پر تیار ہو گئے مگر شرط یہ تھی کہ عہد نامہ خود خلیفہ آ کر لکھے۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ نے جو اس نام کے سالار تھے بارگاہ خلافت میں پیغام بھیجا۔ حضرت عمرؓ نے تمام اصحاب کو مسجد نبوی ﷺ میں اکٹھا کیا اور آن سے مشورہ طلب کیا۔ آخر حضرت علیؓ کی رائے کے مطابق حضرت عمرؓ نے بیت المقدس جانے کا فیصلہ کر لیا۔

آپؓ مدینہ منورہ سے اس حالت میں روانہ ہوئے کہ آپ کے ہمراہ ایک اونٹ، ایک خادم اور ایک

ڈال دو۔ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ سب سے پہلے آپ نے اپنا گھوڑا دریا میں ڈالا اور آپ کے رفاقت حضرت سلمان فارسیٰ تھے۔ تمام لٹکر کریں اس طرح ترتیب دی گئی کہ دو دو مسلمان سوار باہم ملے ہوئے دریا میں گزر رہے تھے اور حضرت سعد بن ابی و قاصٰؓ کی زبان پر یہ ورد جاری تھا:

”تَسْتَعِينُ بِاللَّهِ وَتَنْتوَحُ عَلَيْهِ. حَسْبُنَا اللَّهُ وَنَعَمُ الْوَكِيلُ وَاللَّهُ لَيْسَ بِنَصْرَنَ وَلَيْسَ بِنَهْزَنَ“
”دِينُهُ وَلَيْهِ مِنْ خَلْوَةٍ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةٌ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَظِيمِ.“ ہم اللہ سے مدد چاہتے ہیں۔ اور اُس پر بھروسہ کرتے ہیں، ہمیں اللہ کافی ہے۔ اور وہ اچھا کار ساز ہے۔ اللہ کی قسم وہ ضروراً پسند دوست کو فتح دے گا۔ اور اپنے دین کو غالب کرے گا۔ اور دشمن کو نکالتے ہیں۔ بزرگ و برتر خدا کے بغیر کسی میں قوت نہیں۔“

اللہ پر بھروسہ کرنے والے مجاہدین کا ساتھ ہزار کا لٹکر اس دریا میں ایسے گزر رہا تھا جیسے وہ کسی باغ کی روشنی پر چھل کر دی کرتے چلے جا رہے ہیں۔ اور خدا نے بزرگ و برتر پراؤں کے ایمان کا یقینہ ہوا کہ تمام لٹکر صحیح و سالم دجلہ کے پار فتح گیا اور کسی جان و مال کا نقصان نہ ہوا۔

کہتے ہیں کہ ایک سپاہی کا پیالہ دریا میں گر گیا اور دریا کی مویں اُسے بھا کر لے گئی۔ اُس کے ہمراں نے مذاق کے طور پر اسے کہا تقدیر یہ تیرے پیالے کو اڑایا۔ جس کے جواب میں اُس پتختہ ایمان مسلمان نے کہا یہ تجہب کی بات ہے کہ سارے لٹکر میں سے صرف میراپیالہ کی حی ضائعت ہوا۔ خدا کی قسم میں ایسی حالت میں ہوں اور مجھے خدا پر اتنا یقین ہے کہ میراپیالہ کبھی ضائعت نہیں ہو گا۔ اس شخص کا صدق و خلوص قابل غور ہے۔ دریا کی موجودت کے تھے اور جب یہ لٹکر دریا سے پار آتا تو اس مردِ مومن کا پیالہ کنارہ پر موجود تھا۔ علامہ اقبال نے درست فرمایا ہے:

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

حضرت خالد ابن ولیدؓ کی کرامت

حضرت خالد ابن ولیدؓ نے جناب رسول اکرم ﷺ کے دور سے لے کر خلیفہ ہانی حضرت عمرؓ کے دور تک بڑی بڑی جنگوں میں حصہ لیا اور عراق، ایران، شام اور روم کو زیریز بر کرنے والا یہی بھادر جوشیں تھا۔

حضرت سعد بن ابی و قاصٰؓ کی فتح کے بعد مائن کی طرف بڑھے اور دجلہ کے مغرب میں جس قدر فارس کا علاقہ تھا اسے فتح کرتے ہوئے بہرہ سیر تک عینچ گے جو دجلہ کے مغرب میں واقع تھا۔ مسلمانوں نے اس شہر کا محاصرہ کر لیا جو دو ماہ تک جاری رہا۔ آخر بہرہ سیر کا گورنر علیا اور فوج کے ہمراہ مائن چلا گیا اور دہاں مسلمانوں کے مقابلہ کیلئے بہت بڑا لٹکر جمع ہو گیا۔

ان دنوں دریائے دجلہ طغیانی پر تھا اور بارش کی کثرت کی وجہ سے اس کا عرض میلوں تک پھیلا ہوا تھا اور اس کے زور و شور کی کوئی انتہا نہ تھی۔ فارس والوں نے دجلہ کے ساحل سے تمام کشتیاں انھائیں اور دریا کو عبور کرنے کی اب کوئی صورت نہ رہی۔

مسلمان دجلہ کے مغربی کنارے پر ڈیرے ڈالے تھے اور دوسرے جانب ایران کی بے پناہ فوج ان کے مقابلہ کیلئے جمع ہو رہی تھی اور ہر روز اس میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ اب مسلمان جمیان تھے کہ دریا کو کس طرح عبور کیا جائے۔

آخر ایک رات حضرت سعد بن ابی و قاصٰؓ نے خواب میں دیکھا کہ مسلمان دجلہ میں داخل ہو گئے ہیں۔ آپ نے صبح نماز سے فارغ ہو کر قام اسلامی لٹکر کو جمع کیا اور انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ”دشمن نے دریا کی طغیانی میں پناہ لے رکھی ہے۔ اس کے پاس کشتیاں ہیں اور وہ جب چاہے تم حملہ اور ہو سکتا ہے لیکن تم اس پر حملہ نہیں کر سکتے۔ میری رائے یہ ہے کہ قبائل اس کے کذینا تم پر غالب آجائے اور اس میں ملوث ہونے سے تمہارے حالات بدل جائیں اور تمہارے خلوص اور ایمان میں کی آجائے اللہ کے واسطے کچھ کام کرلو۔ میں تواب مضموم ارادہ کر چکا ہوں کہ معبد حقیقی اور قادر مطلق پر بھروسہ کرتا ہو اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دوں۔“

اس لٹکر میں سب سوار ہی تھے اور پیادہ ایک بھی نہ تھا۔ جب انہوں نے سپہ سالار کے عزم راست اور توکل کو دیکھا تو سب نے یک زبان ہو کر کہا: ”ہم اپنے امیر کے حکم کی دل و جان سے اطاعت کریں گے اور جس آگ اور پانی میں کوونے کا ہمیں حکم ہو گا ہم پلاتا تھا اس کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے اس میں کو دپیں گے۔“

جب حضرت سعد بن ابی و قاصٰؓ نے مسلمانوں کے اس جذبہ اطاعت اور خلوص کو دیکھا تو فرمایا: ”اس سمندر نما دریا کو عبور کرنے کیلئے تیار ہو جاؤ اور خدا پر توکل کرتے ہوئے اپنے گھوڑے اس میں

مقابلہ ہوا تو مسلمانوں کی تعداد متعدد کین کے مقابلہ میں بہت تھوڑی تھی۔ مسلمان مجاہدین کے ہمراہ عورتیں بھی تھیں۔ یہ مسلمان عورتیں مجاہدین کے کھانے کا انتظام کرتی تھیں اور ان کے تھیار درست کرتیں۔

مغیرہ جو اسلامی فوج کے سپہ سالار تھے، بہت ہوشیار اور فہیدہ جرئتی تھے۔ انہوں نے عورتوں کو بہت پیچھے چھوڑ دیا اور ان کے کھپ سے بہت آگے بڑھ کر دشمنوں کا مقابلہ کیا۔ مسلمان اگرچہ تعداد میں کم تھے لیکن بڑے حوصلہ اور شجاعت سے لڑے۔ آخر کثرت کے مقابلہ میں انہیں کچھ پیچھے ہٹنا پڑا۔

جب مسلمان خواتین نے دیکھا کہ ان کے بھائی اور عزیز بے دم ہو رہے ہیں تو ان کی رُگِ حیثیت میں جوش پیدا ہوا اور ارادۃ پخت حارث نے جو قبیلی یوں تھی مسلمان عورتوں کو اکٹھا کیا اور ان میں ایک دل ہلا دینے والی تقریر کی۔ اس نے کہا: ”اب تک مسلمانوں نے کسی جنگ میں لکھتی تھیں بھائی اور نہاب تک دشمن کو پیشہ دکھائی ہے۔ لیکن آج ہم دیکھتی ہیں کہ دشمن ہمارے مقابلہ میں بہت زیادہ ہے اور مسلمان مجاہدین کے پاؤں اکٹھے تنظراً تھے ہیں۔ اگر خدا خواستہ انہیں لکھت ہو گئی تو متعدد کین ہم پر حملہ اور ہونگے اور ہماری آبرو پر ہاتھ ڈالیں گے۔ کیا تم ان ناپاک متعدد کوں کے ہاتھ میں گرفتار کرو کر ذلیل و بے عزت ہونا گوارہ کرو گی۔ خدا کی قسم اس وقت سے پہلے ہمارا مر جانا بہتر ہے۔ اس لئے آؤ ہم بھی مجاہدین کی مدد کریں اور دشمن کے ہاتھوں میں پڑ کر اپنی عزت و ناموں گوانے کی بجائے میدان جنگ میں لڑ کر شہید ہو جائیں۔“

یہ کہہ کر اس نے اپنے سر سے دوپٹہ آثار دیا اور اسے خیسے کی چوب کے ساتھ باندھ کر اس پر پرچم لیا۔ دوسرا عورتوں نے بھی اس کی پروردی کی اور نیموں کی چوہیں، لامپیاں اور تواریں ہاتھ میں لے کر میدان جنگ کی طرف بڑھیں۔

جب یہ مجاہدین کے قریب پہنچیں تو ان کے نزد ہائے بھیڑ سے میدان گونج آٹھا۔ دشمنوں نے سمجھا کہ مسلمانوں کی امداد کیلئے ایک تازہ دم فوج آپنچا ہے۔ ان کے قدم اکٹھے ہے۔ وہ میدان جنگ سے بھاگ لکھا اور ان مجاہد خواتین کی جرأت کی بدولت مسلمانوں کی لکھتی قیح سے بدل گئی۔

گفر پر ماں باپ کی اطاعت نہ کرو

حضرت سعد بن مالک بیان فرماتے ہیں کہ میں اپنی ماں کا فرمان بنداریٹا تھا۔ میں اس کا ہر ایک حکم

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دور میں جب یمامہ کی قیح اور مسیلہ کذاب کے قتل سے فراگت ہوئی تو انہیں خلیفہ اول کی طرف سے عراق کروائی گئی کا حکم ملا۔ آپ عراق میں داخل ہوئے اور بہت سے مقامات کو قیح کرتے ہوئے مقام حیرہ مکھی گئے۔ اہل حیرہ خالد ابن ولیدؓ کے کارنا موں کوئنچے چکے تھے۔ پہلے تو انہوں نے صلح سے انکار کر دیا مگر غور و خوض کے بعد وہ صلح پر آمادہ ہو گئے اور ایک سردار اہل بقیلہ کو صلح کی شرطیں طے کرنے کیلئے خالد ابن ولیدؓ کے پاس بھیجا۔

جب ابن بقیلہ حضرت خالد ابن ولیدؓ سے باہمی کر رہا تھا تو حضرت خالد ابن ولیدؓ نے ابن بقیلہ کے خادم کے ہاتھ میں ایک تھیلی دیکھی۔ پوچھا اس میں کیا ہے؟ ابن بقیلہ نے جواب دیا اس میں زہر ہے۔ پوچھا یہ کس لئے؟ جواب دیا میں اپنے ہمراہ اس لئے زہر لایا ہوں کہ اگر تمہارے ساتھ صلح نہ ہو سکے اور مجھے حالات اچھے نظر نہ آئیں تو میں یہ زہر کھا کر کاپنے تین ہلاک کر لوں کیونکہ ذلت کی زندگی سے عزت کی موت اچھی ہے۔

حضرت خالد ابن ولیدؓ نے فرمایا: موت تو کسی کے اختیار میں نہیں۔ میعنی وقت سے پہلے کوئی نہیں مرسکتا۔ اس لئے زہر کھانا نہ کھانا برابر ہے۔ بوڑھا اہل بقیلہ بولا یہ کیسے؟ آخر یہ زہر ہے اس کے کھانے سے آدمی ہلاک ہو کر رہتا ہے۔ اس میں میعنی وقت کا سوال ہی کیا ہے؟

یہ سن کر حضرت خالد ابن ولیدؓ نے زہر کی ڈلی اس کے ہاتھ سے لی اور بِسْمِ اللّٰهِ خَيْرُ الْأَسْمَاءِ۔ رَبِّ الْأَرْضِ وَالسَّمَاءِ۔ پڑھ کر زہر کو گل گئے۔ حیرہ کا سردار یہ دیکھ کر حیران رہ گیا اور اس بھادر جرئتی کی طرف گلکی باندھ کر دیکھنے لگا اور جب دیکھا کہ اس پر زہر کا مطلق اثر نہیں ہوا تو بولاتم لوگوں کو اپنے خدا پر پورا بھروسہ ہے اور جب تک تمہاری یہ حالت ہے تم اپنے مقاصد میں کامیاب ہو گے اور دیا کی کوئی طاقت تمہارا مقابلہ نہیں کر سکے گی۔ اب اس نے حضرت خالد ابن ولیدؓ کی تمام شرطیں قبول کر لیں اور شہر ان کے حوالے کر دیا۔

غیرت مند مجاہد عورتیں

تاریخ طبری میں یہ واقع درج ہے کہ جب دریائے دجلہ کے قریب مسلمانوں اور متعدد کین میں

ماتا اور اس کی اطاعت کو اپنی جان سے زیادہ عزیز سمجھتا تھا۔

جب میں اسلام لایا تو میری ماں نے کہا اس مذہب کو چوڑ دو ورنہ میں کھانا پینا چوڑ دوں گی۔ جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ میں مرجاول گی اور تمہارے دامنِ اخلاق پر یہ بدنماد ہبہ ہمیشہ کیلئے رہے گا۔ لیکن میں نے اپنی ماں کا کہنا نہ مانتا اور اس نے کئی دن تک کھانا پینا چوڑ دیا۔ اس طرح اس کی حالت روز بروز نازک ہوتی گئی۔ میں نے اُسے صاف صاف کہہ دیا: ”اماں! تمہارے جسم میں سوجائیں ہوں اور ایک ایک جان باری باری لفٹی رہے جب بھی میں اپنادین نہیں چوڑ دوں گا۔ تم کھانا کھاؤ یا نہ کھاؤ لیکن میں اللہ کے دین سے نہیں پھر سکتا۔“

دریائے نیل کے نام حضرت عمرؓ کا خط

صرکی زرخیزی اور پیداوار کا باعث دریائے نیل ہے۔ جب اس میں طغیانی آتی ہے تو اس کے گردو نواح کا تمام علاقہ سیراب ہو جاتا ہے اور جس سال دریائے نیل میں پانی کم ہو اور طغیانی نہ آئے تو مصر میں قحط پڑ جاتا ہے۔

مسلمانوں کے صرفت کرنے سے پہلے وہاں قدیم زمانہ سے یہ دستور چلا آتا تھا کہ لوگ ہر سال ایک مقررہ تاریخ کو ایک کواری لڑکی کو دہن کی طرح زیورات اور غمہ لباس سے آراستہ کر کے دریائے نیل میں ڈال دیتے۔ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ اگر دریا کو بھینٹ نہ دی جائے تو وہ پانی نہیں دے گا۔

جب مسلمانوں نے صرفت کر لیا تو وہاں کے باشندے جو قبطی کہلاتے تھے حاکم مصر حضرت عمرو بن العاصؓ کے پاس آئے اور حسب دستور ایک لڑکی کو بھینٹ چڑھانے کی اجازت مانگی۔ وائی مصر نے اس کی اجازت نہ دی اور فرمایا اسلام ایسی باتوں کو غضول اور خرافات قرار دیتا ہے۔ میں ایک انسانی جان کے قتل کی اجازت نہیں دے سکتا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ اس سال باشیں کم ہوئیں اور دریا میں طغیانی نہ آئی اور ملک میں قحط کا خطرہ پیدا ہو گیا۔

حضرت عمرو بن العاصؓ نے اس واقعہ کی مفصل اطلاع دربار خلافت میں بھیج دی۔ خلیفہ وقت حضرت عمرؓ نے جواب میں لکھا تھا اسے دریائے نیل کو بھینٹ دینے کی جو مانع تھی کی بہت اچھا کیا، میں ایک خط بھیجا تھا۔

ہوں اس کو دریا میں ڈال دو۔

یہ خط حضرت عمرؓ نے دریائے نیل کے نام لکھا تھا اور اس کا مضمون یہ تھا:

اللہ کے بندے اور مسلمانوں کے امیر عربی طرف سے نیلی مصر کے نام۔ ”اما بعد۔ اے نیل! اگر تو اپنے اختیار سے بہتا ہے تو مت بہو۔ لیکن اگر اللہ جارک و تعالیٰ کے حکم سے بہتا ہے تو تم اُس اہم الامانی سے ذعا کرتے ہیں کہ وہ تجھے جاری کر دے۔“

جونہی یہ خط دریا میں ڈالا گیا اس میں اتنی طغیانی آئی کہ اس سے پہلے بھی نہیں آئی تھی۔

صحابہ اکرامؓ کی آواز کی تاثیر

۵۵ ہوئک مسلمانوں نے جزیرہ العرب کے علاوہ تمام عراق، شام، ایران اور روم کو فتح کر لیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ افریقیہ کو فتح کرتے ہوئے قیروان تک پہنچ گئے۔

قیروان شمال مغربی افریقیہ کے اُن شہروں میں سے تھا جو اسلامی شان و شوکت کی ایک زندہ یادگار تھی اور جو عرصہ تک شہل مغربی افریقیہ کا دارالسلطنت رہا۔

اس شہر کی بنیاد اور آبادی کا واقعہ دیکی کی تاریخ میں قابلی یادگار واقعہ ہے جو اسلام کی صداقت اور صحابہ اکرامؓ کی عظمت اور بزرگی کی زندہ مثال ہے۔

امیر معاویہؓ کے زمانہ میں عقبہ بن نافعؓ نے افریقیہ کو فتح کیا اور اس ملک کے اصلی باشندوں میں سے جو بربری کہلاتے ہیں کچھ مسلمان بھی ہو گئے۔ لیکن مسلمانوں کیلئے وہاں کوئی مستقل چھاؤنی نہ تھی۔ حضرت عقبہ بن نافعؓ نے وہاں مستقل چھاؤنی ہنانے کیلئے ایک ایسی جگہ کو منتخب کیا جو گنجان جنگل تھا اور ہر قسم کے وحشی حیوانوں اور زہریلے جانوروں کا مسکن تھا۔

جب مسلمانوں کو حضرت عقبہ بن نافعؓ کے ارادہ سے اطلاع ہوئی تو انہوں نے کہا یہ نہایت ہی خط رنگ مقام ہے اور یہاں مسلمان کا آباد ہونا بہت مصیبتوں کا پیش خیمہ ہو گا۔

اس لکھر میں اخخارہ صحابی تھے۔ حضرت عقبہ بن نافعؓ امیر لکھر نے ان سب کو مجع کیا اور اس جنگل میں

حضرت علیؑ نے حکم دیا کہ فرایہ ہار لے جاؤ اور اسے بیت المال میں داخل کر دو۔ اگر آئندہ ایسا ہوا تو سزا ملے گی اور بیٹی کو مخاطب کر کے فرمایا: ”مجھے تم پر سخت انسوں ہے۔ اگر تم نے یہ ہمارا نیانہ لیا ہوتا تو تو پہلی بیٹی عورت ہوتی جس کا ہاتھ چوری کے جرم میں کاتا جاتا۔“ پھر فرمایا: ”اے علیؑ کی بیٹی ایا درکھیہ ہار مسلمانوں کے بیت المال کی ملکیت ہے۔ یہ تیرے باپ کی ملکیت نہیں۔ اگر تم عید کے دن اس ہار سے آراستہ ہونا چاہتی ہو تو دوسرے مہاجرین اور انصار کی بیٹیوں کو بھی حق حاصل ہے کہ ایسے ہی ہاروں سے آراستہ ہوں۔“

دیانتداری اور اس کا انعام

حضرت عمرؓ اپنی خلافت کے زمانہ میں اکثر رات کو گشت کیا کرتے تھے تاکہ غربیوں اور مسکینوں کے حالات معلوم کر کے آن کی تکلیفوں کا ازالہ کر سکیں۔ ایک رات وہ حسب معمول اپنے غلام اسلام کے ہمراہ مدینہ منورہ کی گلیوں میں گشت کر رہے تھے کہ انہیں ایک مکان سے آواز آئی ”بیٹی! اٹھو اور اس دودھ میں کچھ پانی ملا دو۔“ حضرت عمرؓ ہاں ٹھہر گئے اور انہوں نے اس کا جواب سننا۔ بیٹی نے ماں کو کہا ”اماں! کیا آپ نے امیر المؤمنین کا حکم نہیں سننا؟ انہوں نے منادی کرائی تھی کہ کتنی شخص دودھ میں پانی ملا کر فروخت نہ کرے۔“

ماں بولی ”بیٹی! کیا امیر المؤمنین ہمیں دیکھ رہے ہیں؟ اٹھو اور تھوڑا سا پانی ملا دو۔“ بیٹی نے جواب دیا ”اماں! ایسے دیانت کے خلاف ہے۔ خدا تو ہمیں دیکھ رہا ہے۔ دوسرے یہ بھی مناسب نہیں کہ ہم امیر المؤمنین کے زو بروتوں کی اطاعت کریں اور غایبانہ خیانت۔ میں تو یہ دو ہرگناہ نہیں کروں گی۔ ایک خدا کی نافرمانی دوسرے امیر المؤمنین کی حکم عدوں!“

حضرت عمرؓ نے یہ تمام بتائیں اور اسلام کو حکم دیا کہ اس مکان کو بیچان لو۔ جب سعیٰ ہوئی تو آپ نے اسلام کو اس مکان پر یہ معلوم کرنے کیلئے بھیجا کہ یہ بڑھیا اور اس کی لڑکی کون ہیں۔ اسلام نے آکر اطلاع دی کہ لڑکی بیوہ ہے اور بڑھیا اس کی ماں۔

امیر المؤمنین اس لڑکی کی حق گوئی اور دیانتداری پر بہت خوش تھے۔ اپنے لڑکے عاصم کیلئے بیگام

لے گئے اور وہاں درندوں اور حشرات الارض کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

”اے درندو اور موزی جانور دا ہم رسول اللہ ﷺ کے اصحاب اس جگہ آباد ہونا قیام کرنا چاہتے ہیں۔ تم بیہاں سے چل جاؤ اور اس جگہ قیام کرنا چوڑ دو۔ اس کے بعد ہم جس کو بیہاں دیکھیں گے قتل کر دیں گے۔“

اس آواز میں ایسی تاثیر تھی کہ تمام درندوں اسانپوں اور موزی جانوروں میں ہلچل پڑ گئی اور سب اپنی ہلوں اور سکنی گاہوں سے نکل کر بھاگنے لگے۔ شیر اور بھیرے اپنے اپنے بچوں کو ناخانے اور سانپ اپنے سپولیوں کو کروں سے چھٹائے اُس جنگل سے باہر جا رہے تھے اور آن کی آن میں وہ تمام علاقہ ان درندوں اور موزی جانوروں سے پاک ہو گیا۔ اور وہاں عالیشان مسجدیں اور قصر تعمیر ہو کر ایک بہت بڑا شہر آباد ہو گیا۔

جب بربری لوگوں نے صحابہ کی یک رامت اپنی آنکھوں سے دیکھی تو ہزار ہابر بربری جو پہلے مسلمانوں کے سخت ذہن تھے مدقق دل سے ایمان لے لائے اور اسلام کے حلقة گوش غلام بن گئے۔

حضرت علیؑ کی منصف مزاوجی

حضرت علیؑ اپنی خلافت کے زمانہ میں کسی ملک کے فتح ہونے پر ایک موتبیوں کا ہار بیت المال میں آیا۔ امیر المؤمنین کی بیٹی نے بھی سنا کہ یہ ہارنہایت ہی عمدہ اور خوبصورت ہے۔ عید کے دن اس صاحبزادی نے خزانہ کے امیر علی بن ابی رافع سے یہ ہار ایک دن کیلئے عاریتاً مانگ بھیجا۔ انہوں نے اس شرط پر یہ ہازبھیج دیا کہ عید کے بعد وہ اپنی کردیجا جائے گا۔

حضرت امیر المؤمنین جب گمراہی تحریف لائے تو آپ کی نظر اس ہار پر پڑی اور پچھا نتھی پوچھا یہ ہار کہاں سے لیا؟ صاحبزادی نے جواب دیا: ”بیت المال کے خواجی سے ایک دن کیلئے عاریتاً لیا ہے۔“ آپ نے فوراً خواجی کو بیکاریا اور اسے کہا تم نے مسلمانوں کے ماں میں کیوں خیانت کی؟ اس نے جواب دیا حضور یہ خیانت نہیں۔ وہ حضور کی صاحبزادی ہیں اور صرف ایک دن کے وعدہ پر ہار دیا گیا ہے۔ کل بیت المال میں والپن آجائے گا۔

کام جوانہوں نے کیا وہ یہ تھا کہ شاہی خاندان کے پاس جتنی جاگیریں تھیں وہ تمام اُن لوگوں کو واپس کر دیں جن سے بزرگ طاقت حاصل کی گئی تھیں۔ اور یہ کام سب سے پہلے اپنے گھر سے شروع کیا اور اپنے گھر کا ایک ایک گلینہ تک بیت المال میں داخل کر دیا۔ شاہی خاندان کے تمام وظیفے بندر کر دیے اور جب شاہی اصلیں کے داروں نے گھزوں کا خرچ طلب کیا تو اُسے حکم دیا کہ تمام سواریوں کو پیچ کران کی قیمت بیت المال میں داخل کر دو۔

انہوں نے نہ صرف مسلمانوں کا مال واپس کیا اور اُن کے جان و مال کی حفاظت کی بلکہ شاہی خاندان سے ذمیوں کی تمام زمینیں واپس دلائیں۔

ایک غیر مسلم کی کچھ زمین شہزادہ عباس بن ولید کے پاس تھی۔ اس شخص نے حضرت عمر بن عبد العزیز کے پاس دعویٰ کیا۔ آپ نے عباس سے پوچھا کہ تمہارے پاس اس کا کیا جواب ہے؟ اس نے کہا یہ زمین میرے باپ نے مجھے جاگیر میں دی تھی اور میرے پاس اس کی سند موجود ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا خدا کی کتاب ولید کی سند پر مقدم ہے اور ذمی کو اس کی زمین واپس دلادی۔

دشمن کا ایک گرجا مسلمان خاندان کی جاگیر میں چلا آتا تھا۔ عیسائیوں نے آپ کے پاس دعویٰ کیا۔ آپ نے وہ گرجا عیسائیوں کو واپس دلادیا۔

کوئی مسلمان کسی ذمی پر دست درازی نہیں کر سکتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک مسلمان رہبیہ شہودی نے ایک سرکاری کام کیلئے ایک ذمی کا گھوڑا ابیگار میں پکڑ لیا اور اس پر سواری کی۔ جب حضرت عمر بن عبد العزیز کو اس کا علم ہوا تو رہبیہ کو چالیس کوڑے لگاؤئے۔ باوجود اتنے منصف مراجح اور عادل ہونے کے آپ ہمیشہ خدا کے ڈر سے روئے رہتے۔

زہدواقا

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے اپنی تمام جاگیریں اصلی حق داروں کو واپس کر دیں تھیں اور گھر کا تمام مال و دولت بیت المال میں جمع کر دیا تھا۔ آپ نہایت ہی سادہ زندگی برکرتے اور شاہی خزانہ سے ایک پائی بھی اپنے اور اپنے خاندان پر صرف نہ کرتے۔

بیجا۔ ماں بیٹی نے بخوبی منظور کر لیا اور یہ دیانتدار خاتون امیر المؤمنین کی بہو بن گئی۔ اس نیک بخت خاتون سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جو حضرت عمر بن عبد العزیز پر شورزاہ اور عابد خلیفہ کی ماں بنی۔

رواداری اور حق پرستی

ہشام بن عبد الملک خاندان امیہ کا مشہور بادشاہ گزر ہے۔ اس کی حکومت کے زمانہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز جو بعد میں خود بھی خلیفہ ہوئے قاضی یافت چکے تھے۔ ان کی عدالت میں ایک عیسائی نے اپنی کسی جائیداد کیلئے بادشاہ کے خلاف مقدمہ ادا کیا۔ قاضی یعنی عمر بن عبد العزیز نے بادشاہ کو طلب کیا اور جب وہ حاضر ہوا تو اُسے مذمی کے برابر کھڑا ہونے کا حکم دیا۔

بادشاہ یہ پسند نہیں کرتا تھا کہ ایک معنوی عیسائی کے برابر عدالت میں کھڑا ہو۔ اس نے ایک درخواست پیش کی کہ میں اپنی طرف سے ایک وکیل مقرر کرنا چاہتا ہوں جو میری طرف سے جواب دے گا۔ قاضی نے جواب دیا اس کی اجازت نہیں مل سکتی۔ جب مذمی نے کوئی وکیل نہیں کیا تو آپ کو بھی ایسا کرنے کا حق حاصل نہیں۔ آپ خود حاضر ہوں، آپ مذمی کے دعویٰ کا جواب دیں۔ آخر بادشاہ کو بادل ناخاستہ اُس عیسائی کے برابر کھڑا ہونا ہی پڑا۔

دوران مقہد میں اُس عیسائی نے بادشاہ پر بہت سے الام لگائے اور اپنی جائیداد کے نقصان کا اُسے ذاتی طور پر ذمہ دار ہمہرا ہے۔ بادشاہ کو یہ سن کر حسرہ آیا اور اس کا جواب سختی سے دینا چاہا۔ لیکن قاضی نے بادشاہ وقت کو ختم کلامی سے یہ کہہ کر روک دیا کہ مذمی کو اپنا دعویٰ ثابت کرنے کا ہر طرح سے حق ہے۔ اور جب مذمی کا دعویٰ تھیک ثابت ہوا تو اُس عیسائی کے حق میں فیصلہ کرتے ہوئے بادشاہ کو حکم دیا کہ اس کی جائیداد فوراً اگزار کر دی جائے۔

مسلمان بادشاہوں کا غیر مسلم رعایا سے سلوک

حضرت عمر بن عبد العزیز ایک عادل اور منصف مراجح بادشاہ تھے۔ تخت پر بیٹھتے ہی سب سے پہلا

پرہیزگاری

حضرت عمر بن عبد العزیزؓ بیت المال سے اپنے روزانہ خرچ کیلئے صرف دو رہم لیتے تھے۔ جس سے نہایت سادہ زندگی برکرتے۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کے بیت المال پر انہا ذاتی خرچ پاکل نہ ڈالتے۔

ایک دفعہ رات کے وقت چراغ کی روشنی میں کچھ سرکاری کاغذات دیکھ رہے تھے۔ اتنے میں آپ کا خادم آیا اور آپ کے ذاتی کاموں کے متعلق گفتگو کرنے لگا۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے خادم کو کہا پہلے چراغ کو کل کر دو پھر مجھ سے بات چیت کرو کیونکہ اس چراغ میں جو تیل جل رہا ہے وہ بیت المال کا ہے اور اس کی روشنی صرف خلافت کے کاموں کیلئے استعمال کر سکتا ہوں۔ میرے ذاتی کاموں کے متعلق اس چراغ کا جلوہ جائز نہیں۔

خادم نے تعلیل کی اور چراغ کھل کر دیا۔ جب خادم با تیل کر کے چلا گیا تو آپ نے پھر چراغ جلا�ا اور امور سلطنت میں مشغول ہو گئے۔ اس سے پڑھ کر دیانتداری اور پرہیزگاری کی کیا مثال ہو سکتی ہے۔ ایک عظیم الشان حکومت کا بادشاہ اپنے خوبی کاموں کیلئے بیت المال سے ایک پانی کا تیل بھی خرچ کرنا پسند نہیں کرتا۔

مہماں نوازی

قاضی یحییٰ بن ائمہ کو خلیفہ مامون رشید کے دربار میں بہت بڑا سونخ حاصل تھا اور وہ اکثر کئی دن اور رات میں شاہی محل میں برکرتے۔ اُن کا بیان ہے کہ ایک رات مجھے مامون رشید کے پاس سونے کا لائقاً ہوا۔ آدمی رات کے قریب مجھے پیاس محسوس ہوئی۔ میں پانی کیلئے اٹھا۔ خلیفہ مامون رشید نے مجھے دیکھ لیا اور پوچھا کہ قاضی صاحب کیا بات ہے؟ میں نے کہا امیر المؤمنین پیاس لگی ہے انہوں نے مجھے اپنی چار پانی پر بھادرا اور خود آپدارخانہ میں جا کر پانی لے آئے۔ میں نے عرض کیا آپ نے ذاتی تکلیف کیوں کی کسی خادم کو جگالیا ہوتا۔ خلیفہ نے جواب دیا ”وہ سب سور ہے ہیں انہیں اس وقت کیوں تکلیف دی جائے؟“ میں نے کہا میں خود ہی پی لیتا۔

آپ کی پرہیزگاری کا یہ حال تھا کہ بیت المال کی طرف سے فقیروں اور مسکینوں کیلئے جو مہمان خانہ تماس کے باور پی خانہ سے پانی تک گرم نہ کرواتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کی لاعلی میں ایک ملازم باور پی خانہ سے پانی گرم کرتا رہا۔ جب آپ کو اس کا علم ہوا تو توکر کو سخت سُست کہا اور اتنی لکڑی باور پی خانہ میں داخل کر دی۔

ایک مرتبہ بیت المال میں بہت سے سیب آئے۔ آپ انہیں عام مسلمانوں میں تقسیم کر رہے تھے۔ آپ کے ایک چوتھے بچے نے جو قریب ہی کھیل رہا تھا ایک سیب انھالیا اور کھانے لگا۔ آپ نے وہ سیب فوراً اس کے منہ سے چھین لیا۔ پھر رونے لگا اور گمراہ کر ماں سے ٹکایت کی۔ ماں نے بازار سے سیب ملکوادیا۔ جب آپ گمراہ تشریف لائے تو سیب کی خوبی معلوم کر کے بیوی سے پوچھا یہاں سیب کہاں سے آیا؟ بیوی نے تمام ماجرا یہاں کر دیا۔ آپ نے فرمایا: ”خدا کی قسم میں نے یہ سیب اس کے منہ سے نہیں چھینا تھا بلکہ اپنے دل سے چھینا تھا۔ مجھے یہ پسند نہ تھا کہ میں مسلمانوں کے حصہ کے سیب کے بدلتے میں اپنی آخرت کو برپا کروں۔“

آپ کو لبنان کا شہد بہت مرغوب تھا۔ آپ کی بیوی نے حاکم لبنان کو لکھا۔ اس نے بہت سا شہد بیج دیا۔ جب فاطمہ آپ کی بیوی نے وہ شہد آپ کے سامنے رکھا تو آپ نے پوچھا کہ کہاں سے ملکوایا؟ آپ نے جواب دیا کہ حاکم لبنان نے بیجایا۔ آپ نے شہد کو بیج کر اس کی قیمت بیت المال میں جمع کر دی اور حاکم لبنان کو لکھا ”تم نے فاطمہ کے کہنے پر شہد بیجایا۔ خدا کی قسم اگر تم نے آئندہ ایسا کیا تو تم اپنے عہد پر نہیں رہ سکتے۔“

آپ نے حاکم و حکوم اور آقا اور خادم کی تفریق بالکل مٹا دی اور خود مساوات کا عملی نمونہ بن گئے۔ ایک مرتبہ ایک لوگوں کی آپ کو پچھا جھل رہی تھی اور اس کی آنکھ لگ گئی۔ آپ نے پچھا اٹھایا اور اسے جھلنا شروع کر دیا۔ جب اس کی آنکھ کھلی تو دیکھ کر گمراہی۔ آپ نے فرمایا آختم بھی تو میری طرح انسان ہو۔ تمہیں بھی گرمی لگتی ہوگی۔ جس طرح تم مجھے پچھا جھل رہی تھی اسی طرح میں نے بھی تمہیں جھل دیا۔

مسکین نوازی

حضرت رَبِّنَ خَمْ تَابِعِينَ میں سے ہیں۔ وہ ایک زادِ گوشہ نشین تھے۔ لیکن جہاد کے وقت وہ گوشہ نشین سے کل کر میدان جگ میں پہنچ جاتے۔ خلافتے راشدین کے زمانہ میں انہوں نے اکثر جہادوں میں حصہ لیا اور یہ جہادِ حُسْنَ اللَّهِ کیلئے ہوتے تھے۔ وہ مالِ قیمت میں سے ایک پائی تک نہ لیتے تھے۔ اُن کا ہر کامِ حُسْنَ اللَّهِ بارک و تعالیٰ کی خوشودی کیلئے ہوا کرتا تھا۔ غریبوں اور مسکینوں کو اچھے اچھے کھانے پکاؤ کر کھلاتے۔ حالانکہ آپ کی غذا بالکل سادہ ہوتی۔

ایک مرتبہ آپ نے اپنے گروالوں کو ایک نہایت ہی مرغناں اور علی قسم کا کھانا پکانے کو کہا۔ چونکہ وہ اپنے لئے بھی کسی چیز کی فرمائش نہیں کرتے تھے اس لئے ان کی یہوی نے نہایت اہتمام سے وہ کھانا تیار کیا۔ جب کھانا پک گیا تو وہ اُسے ایک دیوانہ کے پاس لے گئے جو ان کے پڑوں میں رہتا تھا اور اُس کے سامنے کھانا کر کر اُسے اپنے ہاتھ سے کھلانا شروع کیا۔

اس دیوانے کے منہ سے لحاب بہتا جاتا تھا اور حضرت رَبِّنَ اس لحاب کو صاف کرتے جاتے اور کھانے کے لئے اس کے منہ میں ڈالتے جاتے۔ جب اُسے کھلا کر واپس آئے تو یہوی نے کہا ”میں نے بہت زحمت اٹھا کر یہ کھانا تیار کیا اور تم نے لے جا کر ایک دیوانے کو کھلا دیا جو یہ بھی نہیں جانتا کہ اُس نے کیا کھایا۔“ آپ نے جواب دیا ”لیکن خدا تو جانتا ہے۔“

ایک عالم کی بے نیازی

سفیان ثوریؓ مشہور محدث اور عالم گزرے ہیں۔ وہ امراء اور سلاطین سے بہت گھبرا تھے۔ ایک دفعہ خلیفہ مہدی عباسی نے کسی طرح آپ کو دربار میں بلایا۔ آپ شاہی آداب بجالانے کی بجائے محض

لے چکنے لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کا زمانہ بحالات اسلام پیا اُنہیں صحابی کہتے ہیں۔ صحابہ کے طے والوں کو تابعین اور تابعین سے فیض پانے والوں کو توقیع تابعین کہتے ہیں۔

میرا یہ جواب سن کر بولے۔ انسان کیلئے یہ بڑے عیب کی بات ہے کہ اپنے مہمان سے کام لے۔

تواضع

خلافے عبادیہ کے عیش و عشرت کی رُنگین داستانیں تاریخوں اور قصوں میں بہت رُنگ آمیزی سے بیان کی گئی ہیں لیکن اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یہ مطلق العنان حکمران شاہانہ زندگی برکرتے تھے اور حکومت کے روپے کو پانی کی طرح بہاتے تھے۔ مگر خلیفہ مہدی نے تجھِ خلافت پر قدم رکھتے ہی اس بساطِ عیش کو اُس کی جگہ ایک بوریاۓ فقر بچا دیا۔

یہ ایک عادل اور منصف مراجع حکمران تھا۔ اُس نے ایک خاص عمارت بنوائی جسے ”قُبَّةُ الْمَظَالِم“ کہتے تھے۔ اس میں وہ روزانہ بیٹھ کر عوام کی دعا تسبیح سُننا اور آن کی دادرسی کرتا۔ عدالت کی گرسی پر بیٹھ کر وہ اپنے اور بیگانے میں کوئی فرق نہ کرتا۔

اس کی زندگی بالکل درویشانہ تھی اور زہد و اتقا کا ایک مجسم نمونہ تھی۔ ابوالجاس بن ہاشم کا پیان ہے کہ میں رمضان کی ایک شام کو خلیفہ مہدی کے پاس تھا۔ اظہاری کے قریب اُس نے مجھے اپنے پاس بھالیا اور نماز کے بعد کھانا آیا جس میں صرف دور ویاں، پکنہنک، پکھسر کے اور پکھز تون کا تبلیغ تھا۔

خلیفہ نے مجھے کھانے پر بھالیا۔ میں نے چند لئے لے لئے۔ میرا خیال تھا کہ یہ حُسن اظہاری ہے اصل کھانا بعد میں آئے گا۔ مہدی نے پوچھا آپ کھانا کیوں نہیں کھاتے کیا آج روزہ نہ تھا؟ میں نے کہا ”کیوں نہیں؟“۔ پھر کہا ”کل روزہ رکھنے کا ارادہ نہیں؟“ میں نے کہا ”رمضان کا مہینہ ہے روزہ کیوں نہ رکھوں گا؟“

پھر کہا جو کچھ تھا رے سامنے موجود ہے یہاں اس کے سوائے کچھ نہیں۔ ابوالجاس کہتے ہیں کہ یہ سن کر مجھے حیرت ہوئی کہ ایک عظیم الشان بادشاہ کا دستِ خوان اور اس پر درویاں اور سرکارہ اور زیتون کا تبلیغ اور بس۔

میں نے کہا امیر المؤمنین! آپ کو خدا نے سب کچھ دے رکھا ہے۔ اس نے کہا ”یہ یقین ہے اور اس پر خدا کا شکر ہے۔ مگر یہ خزانہ سب رعایا کا مال ہے اور رعایا کی بہبود کیلئے خرچ ہونا چاہیے نہ کہ خلیفہ کے عیش و

شہزادہ سجاد رضا فوراً سمجھ گیا اور گھنٹے بیک کر قاضی کے سامنے ادب سے جا بیٹھا اور پھر حدیث پوچھی۔ قاضی شریک نے کہا، اہل اس طرح علم سیکھا جاتا ہے۔

مستقل مراجی

حضرت عبد اللہ بن زید^{رض} مشہور صحابی نبی کریم ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی کے بیٹھے تھے۔ ان کی ماں حضرت اسما حضرت ابو بکر صدیق^{رض} کی بڑی صاحبزادی اور حضرت عائشہ صدیقۃ^{رض} کی بہن تھیں۔ حضرت عبد اللہ بن زید نے آٹھ سال کی عمر میں رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یہ بڑے بہادر شجاع اور حوصلہ مند بزرگ تھے اور طرابلس انہیں کی بہت سے فتح ہوا۔

سیدنا حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے بعد یزید نے بیعت لینے کی بہت کوشش کی لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکا۔

سید الشہدا حضرت امام حسینؑ کے قاتلوں سے بدلہ لینے کیلئے جتنی دفعہ یزید اور اس کے خاندان کے خلاف صفات آرائیاں ہوئیں ان سب میں حضرت عبد اللہ بن زید بیش پیش تھے۔ یزید کے مرنے کے بعد جب اموی خاندان کے حالات پر انکندہ ہو گئے تو آپ سے کہا گیا کہ آپ شام چلنے اور وہاں سب اکابر آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو تیار ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب تک ایک ایک جازی کے بدلتے میں دس شامیوں کا سفر نہ کروں گا اس وقت تک میں کچھ کرنے کو تیار نہیں۔

یزید کے بیٹے معاویہ ثانی کی دست برداری کے بعد حجاز، عراق، شام اور مصر کے تمام بڑے بڑے ملک آپ کے ساتھ ہو گئے اور انہوں نے ابن زید کی خلافت کو تسلیم کر لیا۔ لیکن بعد میں ابن زید کی سازش سے مردان کو خلیفہ مقرر کیا گیا۔

مردان کے بعد جب اس کا بیٹا عبدالملک تخت نشین ہوا تو اس وقت بھی جائز پر ابن زید کا قبضہ تھا۔ عبدالملک نے ابن زید پر قابو پانے کیلئے جاجن بن یوسف کو ایک بہت بڑی فوج کے ساتھا ابن زید کے مقابلہ کیلئے بھیجا۔ جاجن نے مکہ معظمه کا حاصرہ کر لیا اور سنگ باری شروع کر دی جس سے خانہ کعبہ کی گمارت کو بھی نقصان پہنچا۔

السلام علیکم کہتے ہوئے خلیفہ کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے۔

مہدی نے محض خوش طبعی کے طور پر آپ سے کہا، "آپ مجھ سے بھاگے بھاگے پھرتے ہیں۔ آج تو آپ میرے قبضہ میں پھنس گئے۔ اب جو حکم چاہوں آپ کے متعلق دے دوں۔"

سفیان ثوریؓ نے جواب دیا، "جو حکم تم میرے متعلق کرو گے وہی حکم قادر مطلق تھا رے متعلق کرے گا۔" اس جواب پر بادشاہ کا چوب بردار کچھ برافروختہ ہوا لیکن مہدی نے اسے روک دیا۔

اس کے بعد مہدی نے کہا میں آپ کو گونڈ کا قاضی یا حج مقرر کرتا ہوں اور آپ کو یہی آزادی ہے کہ آپ کے فیصلوں میں کوئی مخالفت نہیں ہو گی۔ پھر مہدی نے حکم لکھ کر پروانہ آپ کے ہاتھ میں دے دیا۔

جب سفیان ثوریؓ دربار سے نکلے تو پروانے کو پُرے پُرے کر کے دریائے دجلہ میں پھینکا اور آپ کہیں روپوش ہو گئے۔ مہدی نے آپ کی بہت تلاش کی لیکن ناکام ہوا۔

یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنا زندگی کا مقصد علم کی خدمت سمجھ رکھا تھا اور یہ عبدول کے بھوکے نہ تھے۔

علم کا احترام

ایک مرتبہ خلیفہ مہدی کا لڑکا قاضی شریک کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کے پاس بیک لٹا کر کھڑا ہوا اور ایک حدیث پوچھی۔ قاضی نے شہزادہ کی طرف توجہ نہ کی۔ شہزادہ نے دوبارہ قاضی کو خاطب کرتے ہوئے پھر وہی حدیث پوچھی لیکن قاضی نے مطلق پروانہ کی۔

لڑکا بھی آخر شہزادہ تھا اور اس کے دامغ میں حکومت کا نشہ موجود تھا۔ کچھ چک کر بولا، "آپ خلیفہ وقت کے خاندان کی توہین کرتے ہیں۔"

قاضی نے جواب دیا، نہیں۔ البتہ میں علم کا احترام کرتا ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ تم بھی علم کا احترام کرنا سیکھو۔

خدا پر گھرو سہ

ولید اول کے زمانہ میں موئی بن نصیر شامی افریقہ کا حاکم تھا۔ اس نے ولید سے درخاست کی کہ چین پر لٹک کر کی اجازت دی جائے۔ ولید نے جواب دیا کہ پہلے آزمائش طور پر ایک دستہ فوج وہاں بیججا جائے تاکہ اس مک کی صحیح حالت کا اندازہ ہو سکے۔ موئی نے اپنے غلام طریف کو چار سو ساہیوں کے ہمراہ چار کشیوں میں روانہ کیا۔ وہ اندر کے جنوبی جزیرہ نما کے مغربی ساحل پر آتا اور اندر کھرا کتا خست و تاراج کے وہاں سے بہت ساماں غنیمت لے کر واپس آیا۔

اس کے بعد لاڑھے میں موئی بن نصیر نے اپنے دوسرے غلام طارق بن زیاد کو سات ہزار فوج کے ساتھ چین کی ہمپ پر روانہ کیا۔ یہ اسلامی لٹکر طارق کے زیر کمان جزیرہ نما کے مشرقی ساحل پر آتا اور اس پہاڑی علاقہ پر قبضہ کر لیا جو آج جبل الطارق کے نام سے مشہور ہے۔

طارق نے ساحل پر آتتے ہی سب سے پہلا کام یہ کیا کہ تمام چہازوں کو جن میں اسلامی فوج نے سمندر کو عبور کیا تھا اکٹھا کر کے آگ لگا دی۔ فوج کے سپاہیوں اور دوسرے ہمراہی افسروں نے کہا طارق یہ ٹھنڈی نہیں۔ آگے ڈھنن ہے اور پیچھے سمندر۔ اگر خدا خواستہ ہم پسپا ہوئے تو کہاں جائیں گے۔ سمندر میں ڈوب مر نے کے سوائے اور کوئی چارہ نہیں ہوگا۔

طارق نے جواب دیا ”مسلمان پیچھے ہٹنے اور بھاگ کر جان بچانے کیلئے پیدا نہیں ہوا۔ مسلمان کیلئے پیچھے ہٹنا عار ہے۔ ہمارے سامنے صرف دوسرا ہیں۔ یا تخت یا تخت۔ یا تو ہم جوانمردی سے جہاد کرتے ہوئے چین کا تخت و تاج حاصل کریں گے یا چین میں ہماری قبریں بیٹھیں گی۔ مجھے اپنے اور مسلمانوں کی قوت بازو پر یقین ہے اور ہمارا اس قادر مطلق پر پورا پورا ایمان ہے۔ ہم نے ڈنیاوی وسائل و اسباب کو توڑ کر اپنارشتہ اس خدا کے ساتھ جوڑ دیا ہے جو سب الاسباب ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ ہم اس کی مدد سے کامران و کامیاب ہوں گے۔“

چین کے بادشاہ کو جب مسلمانوں کے جملہ کی اطلاع میں تباہ شاہزاد ک خود پر نس نشیں ایک لاکھ آزمودہ کارپاہیوں کے ساتھ مقابلہ کیتے ہوئے۔ طارق کے پاس پہلے سات ہزار سپاہی تھے لیکن بعد کی

ابن زیبر بڑی بہادری سے لڑتے رہے لیکن آخر اپ کہ شریف کے اندر محسوس ہو گئے اور باہر سے تمام امداد کے ذریعے بند ہو گئے۔ سامان رسخت ہو گیا۔ کھانے کیلئے پاس کچھ نہ رہا۔ یہاں تک کہ گھوڑے ذبح کر کے کھانے کی نوبت آ پہنچی۔ ابن زیبر کے دس ہزار آدمیوں نے تھیار ڈال کر جراج کے پاس پناہ لی۔ لیکن ابن زیبر اس حالت میں بھی برابر مستقل جراج رہے۔ بعض سورخ کہتے ہیں کہ آخر میں ان کے لڑکوں نے بھی ان کا ساتھ چھوڑ دیا۔

عبدالملک آپ کو رعایت دینے پر تیار تھا۔ اُس وقت آپ نے اپنی ماں حضرت امام سے عرض کیا: ”اماں امیرے تمام ساتھی ایک ایک کر کے میرا ساتھ چھوڑ پکے ہیں۔ میرا سامان رسداً اور خوراک سب ختم ہے اس حالت میں آپ کیا فرماتی ہیں؟“

اس وقت حضرت ابو بکر صدیقؓ کی بیٹی نے جو جواب اپنے بیٹے کو دیا اس پر عروتوں کی تاریخ ہمیشہ فخر کرتی رہے گی۔ یہ وہ جواب ہے جس نے عروتوں پر کمزوری کے دھرتے کو دھوڑا لایا۔ آپ نے فرمایا: ”بیٹا! اگر تم حق کیلئے لڑتے ہو تو اب بھی لڑو۔ اگر نحق کیلئے لڑتے ہو تو تم سے نہ اکون ہوگا۔ اور اگر اپنے مدگاروں اور سامان کی وجہ سے مجور ہو گئے ہو تو یاد کو شریپوں اور دین داروں کا یہ شہادہ نہیں۔ تم نے کب تک ڈنیا میں رہتا ہے۔ جاؤ حق پر جان دینا اور سچائی کیلئے فنا ہو جانا ڈنیا کی زندگی سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ پھر آپ نے بیٹے کو دعا نہیں دیں اور گلے لکا کر رخصت کیا۔“

جب ماں نے حضرت ابن زیبرؓ کو سینہ سے لگایا تو جسم کچھ سخت محسوس ہوا۔ پوچھا یہ کیا بات ہے۔ حضرت ابن زیبرؓ نے جواب دیا میں نے دو ہری زرہ پہن رکھی ہے۔ حضرت امام نے کہا تم شہادت کے طلبگار ہو لیکن جان کو عزیز رکھتے ہوئے شہدائے حق کا شہادہ نہیں۔ چنانچہ آپ نے اُسی وقت زرہ اُتار دی۔ پھر کہا مجھے ڈھر ہے کہ میری شہادت کے بعد ڈش میری لاش کے کٹلے نہ کر دیں۔ حوصلہ مند ماں نے کہا بیٹا ”جب بکری ذبح ہو جاتی ہے تو خواہ اس کی کھال کھینچی جائے یا اس کے اعضاء کاٹ دیے جائیں اُسے کوئی پروانہ نہیں ہوتی۔“

ماں سے رخصت ہو کر حضرت عبداللہ بن زیبر سیدان جنگ میں لکھ اور بہادری اور شجاعت سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ جان نے آپ کی شہادت کے بعد آپ کی لاش کو سوئی پر لٹکا دیا۔ کئی دن کے بعد حضرت امام کا اذرھر سے گزر ہوا اور بیٹے کی لاش سوئی پر لٹکی دیکھ کر فرمایا ”ماں بھی یہ شہسوار سواری سے نہیں اترتا۔“

بیٹے کی شہادت قبلی قبول نہیں۔

اس فیصلہ کو حضرت علیؓ نے تسلیم کر لیا اور زرہ یہودی کے پاس رہنے دی۔ اس واقعہ کا یہودی پر اتنا اثر ہوا کہ اس نے اقرار کر لیا کہ زرہ حضرت علیؓ کی ہے۔ اس نے کہا تمہارا دین سچا ہے۔ پھر اس نے اسلام قبول کر لیا۔

ہمسائیگی کا حق

حضرت امام ابوحنیفؓ کے پڑوں میں ایک موچی رہا کرتا تھا۔ وہ دن بھر تو کام کرتا تھا، شام کو جب گھر واپس لوٹتا تو اپنے ساتھ گوشت یا چھلکی لے آتا۔ جسے وہ بھون کر کھاتا اور اس کے ساتھ شراب پیتا۔ اور جب شراب کے نشے میں بدست ہو جاتا تو بہت شور کرتا اور عربی کا ایک شعر پر بار پر ہوتا جس کا مطلب یہ ہے۔ لوگوں نے مجھ کو ضائع کر دیا اور کیسے بھادر کو ضائع کر دیا جو لڑائی میں ان کے کام آتا۔

اس طرح وہ ہر روز شراب پی کر شور کرتا اور بار بار یہ شعر پر ہوتا۔ اگرچہ اس کے شور سے امام صاحب کو بہت تکلیف ہوتی تھیں آپؓ کبھی اُسے نہ ابھانہ کرتے۔

ایک رات جب امام صاحب نماز پڑھنے لگا تو موچی کا شور و غونzano سنا اور تمام رات اس کی آواز آپ کے کان میں نہ آئی۔ صبح سوریے دوسرے پڑوسیوں سے پوچھا تو آپؓ کو معلوم ہوا کہ اُسے پولیس گرفتار کر کے لے گئی اور وہ قید خانے میں ہے۔ آپؓ نماز سے فارغ ہو کر امیر کے پاس گئے اور موچی کی رہائی کی درخواست کی۔ امیر آپؓ کے حکم سے سرتباہی نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے تعیل کی اور موچی کو رہا کر دیا۔ بلکہ اُن تمام مجرموں کو بھی رہا کر دیا جو اس رات گرفتار ہو کر آئے تھے۔

جب امام صاحب واپس آئے تو موچی بھی ساتھ تھا۔ آپؓ نے از راہ مسخر موچی کو کہا کیوں بھتی اہم نے تو تمہیں ضائع نہیں کیا۔ موچی آبدیدہ ہو کر بولا نہیں آپؓ نے تو ہمسائیگی کا حق ادا کیا۔ پھر آپؓ نے اُسے مخاطب کر کے کہا ”آختمہیں بھی ہمسائیگی کا حق ادا کرنا چاہیے۔“ موچی نے آپؓ سے معافی مانگی اور آئندہ شراب پینے سے قوبکی۔

مک سے یہ تعداد بارہ ہزار ہو گئی۔ بارہ ہزار نا تجربہ کارنو جوانوں کا ایک لاکھ گھنہ مشق سپاہیوں سے مقابلہ تھا۔ لیکن اس سے پہلے کمی مزکوں میں مسلمان دس ہزار فوج سے ایک لاکھ کو فکست دے چکے تھے۔ اس لئے یہ بارہ ہزار کی تعداد سین فتح کرنے کیلئے کافی تھی۔ مسلمان نہایت بہادری اور جانبازی سے لڑے۔ وہ جہازوں کو آگ لگا چکے تھے۔ وہی کافی تھی خیال ہی نہ تھا۔ ان کیلئے موت تھی یا فتح۔ بڑے گھسان کا معزک، ہوا در آفر مسلمانوں نے میدان جیت لیا اور راڑرک شاہزادین دریائے لکھ میں ڈوب کر مر گیا۔

ایک عادل قاضی

قاضی شریعہ بن حارث تابعین میں سے تھے۔ وہ حضرت عمرؓ کے زمانہ سے لے کر عبد الملک کے زمانہ تک مسلسل ساٹھ ہر سی تک عدہ قضا پر فائز رہے۔ وہ نہایت ہی منصف میزان، دیانتدار اور عدل کرنے والے قاضی تھے۔

ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے ایک شخص سے پسندیدگی کی شرط پر ایک گھوڑا لیا۔ امتحان میں گھوڑا چھٹ کھا کر داغدار ہو گیا۔ حضرت عمرؓ نے وہ گھوڑا اصل مالک کو واپس کرنا چاہا۔ مالک نے لینے سے اکار کر دیا۔ اس پر تازعہ ہوا اور شریعہ بن حارث ٹالٹ مقرر ہوئے۔ انہوں نے امیر المؤمنین کے خلاف فیصلہ کیا اور کہا یا تو آپؓ یہ گھوڑا اسی حالت میں لے لیں یا اسے اُس حالت میں واپس کر دیں جس حالت میں لیا تھا۔ اس فیصلہ پر حضرت عمرؓ پر بہت خوش ہوئے اور انہیں کوفہ کا قاضی مقرر کر دیا۔

اس کے بعد حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت کا واقعہ ہے کہ حضرت علیؓ کی زرہ کہیں گر پڑی۔ وہ ایک یہودی کے پاس پائی گئی۔ حضرت علیؓ نے قاضی شریعہ کی عدالت میں دوستی کیا۔ قاضی شریعہ نے یہودی سے پوچھا تمہارا کیا جواب ہے۔ یہودی نے کہا میری لکھیت کا یہ بہوت کافی ہے کہ زرہ میرے قبضہ میں ہے۔ پھر قاضی نے حضرت علیؓ سے شہادت طلب کی۔ انہوں نے حضرت حسنؓ اور اپنے غلام غیر کو شہادت میں پیش کیا۔ قاضی نے کہا میں قبر کی شہادت قبول کرتا ہوں لیکن حضرت حسنؓ کی شہادت مسترد کرتا ہوں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا ”کیا آپؓ نے نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد نہیں سننا کہ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں؟“ شریعہ نے کہا میں نے نہیں ہے لیکن باپ کے حق میں

سینی۔ غرض گھر کا سارا کام خود ہی کرتی۔ ایک دن روٹی پکانے میں اس کا ہاتھ جل گیا۔ جب بادشاہ سلامت گھر آئے تو کہا کہ آپ مجھے ایک خادم رکھنے کی اجازت دے دیں جو گھر کے کام کا ج میں میری مدد کرے۔

بادشاہ نے جواب دیا۔ یہ تم جانتی ہو کہ میں ایک غریب آدمی ہوں۔ میری آمد فی میرے ہاتھ کی کمائی پر موقوف ہے۔ تم جانتی ہو کہ قرآن مجید لکھتا ہوں اور اس کی آمد فی سے اپنا اور تمہارا پیٹ پالتا ہوں۔ اور اس آمد فی میں ایک خادمہ ملازم رکھنے کی تجویز نہیں۔ اگرچہ میں بادشاہ ہوں مگر حقیقت میں ایک غریب آدمی ہوں۔ سلطنت کا خزانہ رعایا کی ملکیت ہے، میں اسے ہاتھ نہیں لگ سکتا۔ اسے رعایا کی بہبود میں خرچ ہونا چاہیے۔ اگر آج میں اس خزانے سے کچھ لے لوں تو کل خدا کی وجوب دوں گا۔ حلال کی کمائی پر صبر ہٹکر کر خدا تمہیں اس کا اجر دے گا۔

ملکہ بھی بہت ہی شریف اور نیک تھی۔ اس نے بادشاہ کے حکم پر لبیک کہا اور آئندہ بھی ہٹکایت نہ کی۔

اکساری

حضرت مالک دینا اور حضرت حسن بھری کے مصاحیں میں سے تھے۔ ان کا اصلی نام مالک تھا۔ مالک دینار کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک دفعہ آپ کشتی میں سوار تھے۔ ملا جوں نے کشتی کا کرایہ طلب کیا تو آپ نے کہا میرے پاس نہیں۔ انہوں نے آپ کو اس قدر مارا کہ آپ بے ہوش ہو گئے۔ پھر دوسرا بار کہا آگر تم کرایہ ادھیں کرو گے تو ہم تمہیں دریا میں پھیکتے ہیں۔ اتنے میں دریا کی مچھلیاں پانی سے باہر کل آئیں اور ہر ایک کے منہ میں ایک ایک دینار تھا۔ مالک نے ایک دینار مچھلی کے منہ سے لے کر کشتی والوں کو دے دیا اور اس دن سے مالک دینار کے نام سے مشہور ہو گئے۔

آپ بہت ہی عابد زاہد اور متواضع تھے۔ ایک دفعہ آپ نے ایک مکان کرایہ پر لیا۔ ان کے ہمسایہ میں ایک یہودی رہتا تھا۔ آپ کے گمراہ محراب یہودی کے مکان کے دروازہ پر تھا۔ یہودی نے وہاں پاخانہ بنالیا اور ہر روز آپ کے مکان میں غلائخت پھیک دیتا اور مکان کو ناپاک اور گند کر دیتا۔ ایک مدت تک وہ ایسا کرتا رہا۔ مگر نہ ہی آپ نے کسی سے شکوہ کیا اور نہ یہودی سے ہٹکایت کی۔

ایمانداری

حضرت ابو یعقوب[ؒ] بڑے نیک اور پارسابرگ[ؒ] گزرے تھے۔ یا ایک شاہی خاندان کے جنم و جماع تھے لیکن فقیری اختیار کر لی تھی اور چنانی میاں ہا کر گزارہ کرتے۔

ایک دفعہ وہ دمشق گئے اور وہاں بیمار پڑ گئے۔ وہاں کوئی پُر سان حال نہ تھا۔ ایک شاہی باغ میں درختوں اور میبوں کی رکھوالی کی تو کری اختیار کر لی۔ وہ چھ میینے تک وہاں ملازم رہے۔ میوے پکتے رہے اور اترتے رہے لیکن انہوں نے کبھی کسی گرے پڑے پھل کو بھی ہاتھ نہ لگایا۔

ایک دن سلطان نور الدین سیر کرتا ہوا باغ میں آکلا۔ باغ کے افسر نے حضرت ابو یعقوب کو ایک میٹھا انار لانے کا حکم دیا۔ وہ ایک پکا ہوا انار لے آئے۔ جب بادشاہ نے اسے پچھا تو وہ کھنا تھا۔ افسر نے ایک اور انار لانے کیلئے کہا لیکن وہ بھی کھنا تھا۔ پھر حکم دیا اور لاؤ۔ مگر یہ بھی کھنا تھا۔ لاؤ۔ اب باغ کا افسر جنم خلا کر بولاتم چھ میینے سے اس باغ میں نوکر ہوا اور اب تک تمہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ کونسا پودا میٹھے پھل کا ہے اور کونسا سختے پھل کا؟

ابو یعقوب[ؒ] نے نہایت سادگی سے جواب دیا۔ آپ نے مجھے بھلوں کی رکھوالی کیلئے ملازم رکھا ہے میکھنے کیئے نہیں۔ جب بادشاہ نے آپ کا یہ جواب سنا تو پوچھا آپ کا نام اور وطن؟ ابو یعقوب[ؒ] نے اپنا نام اور پڑھتا ہے۔ سلطان آپ کا نام سن چکا تھا۔ وہ خود بھی ایماندار اور پرہیزگار انسان تھا۔ بڑی عزت سے اپنے پاس بھایا اور جاتی دفعا اپنے ہمراہ اپنے ہمراہ میں لے گیا اور کئی دن تک بطور مہمان اپنے پاس رکھا۔

پارسائی

دہلی کا بادشاہ ناصر الدین نہایت ہی سادہ نیک دل اور پارسائی۔ جتنا عرصہ وہ بادشاہ رہا اس نے سرکاری خزانہ سے ایک بیسہ بھی اپنے اور اپنے خاندان پر خرچ نہ کیا۔ وہ اچھا خوش نویں تھا۔ وہ قرآن شریف لکھتا اور اس کی آمد فی سے اپنا اور اپنی یہودی کا بیٹھ پاتا۔

اس کی ملکہ گھر کا کام کا ج خود کرتی۔ اس کے پاس کوئی خادم نہ تھی۔ وہ خود ہی کھانا پکاتی اور کپڑے

لڑکا بولا جناب گھر سے رخصت ہونے پر میری ماں نے مجھے فتح کی تھی کہ بیٹا جھوٹ نہ بولنا۔
میں اپنی ماں کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا۔ اس لئے میں نے سچ سچ کہہ دیا۔ میں وعدہ کر چکا ہوں کہ
ہمیشہ سچ بولوں گا خواہ اس سے میری حانہ ہی چلی جائے۔

لڑکے کی اس سچی بات سے ڈاکو کے دل پر گہر اثر ہوا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو بھرا آئے اور کہنے لگا افسوس کہ یہ چھوٹا لڑکا اپنی ماں کے حکموں کا اس قدر فرمائیں دار ہے لیکن میرے بال سفید ہو گئے ہیں اور مجھے اپنے مالک کے حکم کا ذرا بھی احساس نہیں۔ پھر اس نے لڑکے کا برکت والا ہاتھ پکڑا اور روک کہنے لگا اے سچے اور ایماندار لڑکے میں تیرے سامنے تو پہ کرتا ہوں اور قسم کھاتا ہوں کہ آئندہ کبھی اپنے مالک کے حکم سے منہ نہ موڑوں گا۔

اپنے سردار کی یہ حالت دیکھ کر دوسرا قزوں نے کہا۔ سردار! اپنے تو میرے کاموں میں ہمارا سردار تھا اب اچھے کام میں بھی ہمارا سردار ہی رہے گا۔ سب نے مل کر توبہ کی اور رہنمی کو چھوڑ کر خدا کی عبادت میں معروف ہو گئے۔

یہ سچائی کی فتح تھی اور یہ چھوٹا پچھہ حضرت شیخ عبدال قادر جیلانیؒ تھے جو نوٹھِ عظیم کے لقب سے مشہور ہے۔

ایک بیوہ کی جرأت

ایک دفعہ سلطان ملک شاہ سلجوqi ہکار کھینچ کیلئے گیا۔ جنگل میں رات ہو گئی اور بادشاہ کو اپے لٹکر یوں کے ہمراہ ایک گاؤں میں پڑھنا پڑا۔ اس گاؤں میں ایک بیوہ رہتی تھی جس کے پاس ایک ہی گائے تھی جس کے دودھ سے وہ اپنے تین بچوں کی پرورش کرتی۔

شانی آدمیوں نے گائے کوز برستی پکڑ کر ذبح کر لیا۔ جب یہودہ کو خبر ہوئی تو وہ بدھواں ہو گئی مگر ان سے مقابلہ کی تاب نہ تھی۔ آخر اس نے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر دادخواہی کا ارادہ کیا لیکن افسروں نے انہیں بادشاہ تک پہنچنے نہ دیا۔

دوسرے دن اُسے معلوم ہوا کہ پادشاہ فلاں راستے سے ٹکار کیلئے نکلے گا۔ وہ اصفہان کی نہر کے میل

ایک دن وہ یہودی آپ کے پاس آیا اور کہا اے مالک کیا تھے میرے پاخانہ سے تکلیف تو نہیں۔ آپ نے فرمایا تکلیف تو ہے لیکن میں نے ایک جھاڑ و ارٹو کری بنا لی ہے۔ اس سے صاف کر لیتا ہوں اور پانی سے فرش کو دھوؤں تا ہوں۔ اس نے کہا آپ ہر روز یہ تکلیف کیسے برداشت کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ایسا ہی حکم ہے۔ مومن غصے کو روکتے ہیں اور لوگوں کو معاف کرتے ہیں۔ تم میرے ہمسائے ہو میں تم سے شکایت کر کے تمہیں تکلیف نہیں دینا چاہتا۔ آپ کی اکساری اور صبر کا یہودی پر ایسا اثر ہوا کہ وہ فوراً مسلمان ہو گیا۔

سچائی کی فتح

پہانے زمانہ میں ریل گاڑیاں اور موٹریں نہ تھیں۔ لوگ دور روز کا سفر پیدل ہی کرتے اور ایک مقام سے دوسرے مقام کو جانے کیلئے بڑے بڑے قافلوں کے ساتھ ہو لیتے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک قافلہ بغداد کو جاری تھا۔ اس میں بہت سے سوداگر تھے جو تجارتی سامان لے جا رہے تھے۔ ان کے ہمراہ ایک چھوٹا سا سایہ بھی تھا جو گھر سے علم حاصل کرنے کیلئے لکھا تھا۔

آن دنوں راستے بہت خطرناک ہوا کرتے اور اکثر بڑن مسافروں کو لوٹ لیا کرتے۔ جب یہ قافلہ ریگستان میں سے گزر رہا تھا تو اچانک ڈاکوؤں نے اُس پر حملہ کر دیا اور تمام سامان لوٹ لیا۔ انہوں نے سب مسافروں کے کپڑوں کو ٹوٹ لایا اور جو کچھ دستیاب ہوا تھا ایسا لے لیا۔

جب وہ اس کمن کے پاس آئے تو اس کے کپڑوں کو بھی شٹولائیکن انہیں سوائے چند کتابوں کے کچھ سٹھو اور سوکھی روپیوں کے سوائے اور کچھ نہ ملا۔ ایک ڈاکونے لڑکے سے سوال کیا تھا کہ کیا تمہارے پاس کچھ اور بھی ہے؟ اُس لڑکے نے کہا ہاں۔ پوچھا کیا؟ لڑکا بولا چالیس روپے۔ ڈاکونے پر کپڑوں کو شٹولائیکن پر کچھ نہ ملا۔ وہ سمجھا لڑکا مامن حق کر رہا ہے۔ لڑکے نے کہا میں حق کہہ رہا ہوں اور اپنی عبا کا استرد کھایا جس میں وہ چالیس روپے سلے ہوئے تھے۔ ڈاکونے وہ روپے نکال لئے اتنے میں ڈاکوؤں کا سردار بھی آگیا اور سب نے اُسے تمام قصہ کہہ سنایا۔ سردار نے کہا لڑکے ٹوپڑا بے وقوف ہے۔ اگر تو انہیں نہ بتاتا تو کسی کو ان روپیوں کا پتہ نہ چلتا۔

ارشاداتِ نبی ﷺ

اسلام اور ایمان

اسلام کیا ہے:

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اسلام پانچ چیزوں پر مبنی ہے۔ (۱) اس بات کی گواہ کہ اللہ کے سوائے اور کوئی معبد نہیں اور محمد ﷺ کے رسول ہیں (۲) نماز کا قائم کرنا (۳) زکوٰۃ ادا کرنا (۴) حج کرنا (۵) رمضان کے روزے رکھنا۔“
(بخاری)

کونسا اسلام افضل ہے:

حضرت ابو موسیؓ سے روایت ہے کہ لوگوں نے رسول خدا ﷺ سے پوچھا کونسا اسلام افضل ہے۔
آپ ﷺ نے فرمایا:

”جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامت رہیں۔“
(بخاری)

اچھا اسلام:

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے مردی ہے کہ ایک شخص نے رسول خدا ﷺ سے پوچھا کہ کونسا اسلام اچھا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

”تو اس شخص کو کھانا کھلائے اور سلام کہیے جس کو تو جانتا ہے اور جس کو تو نہیں جانتا۔“
(بخاری)

کامل مسلمان کی علامت:

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

”تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے بھائی کیلئے وہ چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے کرتا

پڑ جا کر بیٹھ گئی اور جب وہاں سے بادشاہ کا گزر ہوا تو اُس کا راستہ روک کر کھڑی ہو گئی اور بادشاہ کو مخاطب کر کے بولی:

”اے الپ ارسلان کے بیٹے! میرالنصاف اس میں پر کرے گا یا میں صراط پر کرے گا؟“

بادشاہ اور اس کے ہمراہی ایک بُڑھیا کی جرأت اور بے با کی کو دیکھ کر حیرت زده ہو گئے۔ بادشاہ گھوڑے سے نیچے اتر اور کہا ”میں پل صراط پر فیصلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ میں ابھی فیصلہ کروں گا۔ اے اماں مجھے بتاؤ کیا فیصلہ چاہتی ہے۔“

بُڑھیا نے تمام ما جرا کہہ سنبھالا۔ بادشاہ نے لشکر یوں کی اس غاصبانہ روڈ پر انہمار انسوں کیا اور اُسی وقت حکم دیا کہ بُڑھیا کو ایک گائے کے عوض ستر گائیں دی جائیں۔ اور دوبارہ مhydrat کرتے ہوئے بُڑھیا سے انتباہ کی کہ وہ اس کا گناہ بخش دے۔ جب تک بُڑھیا رضا مند نہ ہوئی اس وقت تک بادشاہ اپنے گھوڑے پر سوار نہ ہوا۔

ہے۔ (بخاری)

شرک بِدَّ ظُلْمٌ ہے:

عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

”شرک بہت بِدَّ ظُلْمٌ ہے۔“ (بخاری)

مسلمان اور منافق کی تمیز:

حضرت عبداللہ بن عُمرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

”جس شخص میں چار خصلتیں ہوں وہ خالص منافق ہے۔ جس میں یہ خصلتیں ہوں گی اس میں منافق کی عادت ہوگی۔ اول یہ ہے کہ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔ جب بات کرے تو جھوٹ پوچلے۔ اور جب محادثہ کرے تو تزویڈے اور جب بھجوڑا کرے تو گالی بکئے۔“ (بخاری)

فقہ:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

”مسلمان کو کالی دیننا فقہ ہے اور اس کو قتل کرنا کفر۔“ (بخاری)

کسی کو کافرنہ کہو:

حضرت ابوذر رغفاریؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے سناتا کہ:

”کوئی شخص دوسرے کو فاقہ نہ کہے اور نہ کوئی دوسرے کو کافر کہے۔ کیونکہ اگر کہا اور جس کو کہا وہ ایسا نہیں تو یہ الفاظ کہنے والے پرواپ لوث آئیں گے۔“

بُرَا گناہ:

ایک دفعہ ایک صحابی نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ کونسا گناہ بڑا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

”یہ کہ خدا کا شریک ہاؤ۔“

اس نے عرض کیا اس کے بعد۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

”وُمُونُوں کو ایک دوسرے پر حرم و نوازش کرتے دیکھے گا۔ مانند بدن واحد کے کہ جب ایک عضو کو مریض

تو حجید:

”جو شخص ایسی حالت میں مر جائے کہ اس کو یقین ہو کہ اللہ جل جلالہ کے سوائے کوئی عبادت کے لائق نہیں تو وہ جنت میں جائے گا۔“ (مسلم)

حیا:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا جتنا بُنیٰ کریم ﷺ نے کہ:

”ایمان کے ساتھ سے اپنے شبے ہیں اور حیا ایمان کا ایک شعبہ ہے۔“ (بخاری)

مؤمن کی علامت:

حضرت عبداللہ بن عُمرؓ سے روایت ہے کہ بُنیٰ کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

”جس شخص میں یہ تین چیزیں پائی جائیں گی اس کو ایمان کی شیرینی حاصل ہوگی۔ اول یہ کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ اُسے تمام ذمہ اور اس کی چیزوں سے محبوب ہوں۔ دوسرے یہ کہ جس کسی کو وہ دوست رکھتا ہو وہ محض اللہ کیلئے دوست رکھتا ہو۔ تیسرا یہ کہ کفر میں لوٹنے کو ایسا بُر امانے چیزے آگ میں گرائے جانے کو۔“ (بخاری)

دو مسلمانوں کا لڑانا:

حضرت ابو بکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سناتا کہ:

”جب دو (۲) مسلمان تواروں سے لاڑیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ قاتل تو خطاوار ہے لیکن متنزل کیوں دوزخ میں جائے گا۔ فرمایا وہ اپنے مقابل کے قتل کی حوصلہ کرتا ہے۔“ (بخاری)

مؤمن رحیم ہوتا ہے:

حضرت نعیمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ بُنیٰ کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

”وُمُونُوں کو ایک دوسرے پر حرم و نوازش کرتے دیکھے گا۔ مانند بدن واحد کے کہ جب ایک عضو کو مریض

رسول ﷺ کا نافرمان دوزخ میں:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

”میری امت کے سب لوگ جنت میں داخل ہوں گے سوائے ان کے جنہوں نے انکار کیا۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کو انکار کرتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے میری نافرمانی کی اُس نے انکار کیا۔“ (بخاری)

اتباع سنت:

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

”جس نے میری سنت کو دوست رکھا اور جس نے مجھے دوست رکھا وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔“ (ترمذی)

پورا مومن:

”تم میں سے کوئی پورا مومن نہ ہو گا جب تک اس کی خواہش اس چیز کی تابع نہ ہو جائے جس کو میں لا یا ہوں۔“ (مک浩ۃ)

بخل:

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ:

”وہ شخص بخل ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور اُس نے مجھ پر درود نہ بھیجا۔“ (ترمذی)

درود شریف کی فضیلت:

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”قیامت کے دن تمام لوگوں سے میرے قریب تر وہ شخص ہے جو مجھ پر بہت درود بھینے والا ہے۔“ (ترمذی)

پاتا ہے تو اُس کے جنم کے تمام اعضا بے قرار ہو جاتے ہیں۔“ (بخاری)

ہمسایہ سے نیک سلوک:

ابو شرکؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

”خدا کی قسم نہیں ایمان رکھتا۔ خدا کی قسم نہیں ایمان رکھتا۔ خدا کی قسم نہیں ایمان رکھتا۔ عرض کیا گیا کون افرمایا وہ شخص جس کا پڑوی اس کی شرازوں سے بے خوف نہ ہو۔“

حیا:

عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

”حیا ہمیشہ پا عشو خیر ہوتی ہے۔“

رسالت

مومن کی شناخت:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”تم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں ﷺ اس کو اس کے ماں باپ اور اولاد سے محبوب نہ ہوں جاؤں۔“ (بخاری)

رسول ﷺ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے:

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا۔ آپ ﷺ فرماتے تھے:

”جس نے میری اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی۔ اور جس نے میری نافرمانی کی اُس نے خدا کی نافرمانی کی۔“

حسنِ معاشرت

صلہ رحمی:

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے تھا:

”جو چاہتا ہے کہ اس کا رزق فراخ کیا جائے اور اس کی عمر دراز کی جائے تو وہ صلہ رحمی کرئے۔“
(بخاری)

مال باب پا حق:

ایک صحابی نے حضور نبی کریم ﷺ سے پوچھا خدا کو کونسا کام سب سے محبوب ہے۔ فرمایا:

”وہ تھا جنت اور دوزخ ہے۔“ (ابن ماجہ)

خش کلمہ سے بچو:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقۃؓ فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے کبھی سہوا بھی کوئی خش کلمہ نہیں لکھا۔ آپ ﷺ نے مرائی کا بدله کبھی مرائی سے نہیں دیا۔ بلکہ آپ ﷺ درگز فرماتے اور معاف کر دیتے۔

بڑوں کی عزت:

ایک دفعہ ایک بوڑھا آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ لیکن اہل مجلس نے اس کیلئے جگہ خالی کرنے میں دیر کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

”جو شخص ہمارے چھوٹوں پر لطف نہ کرے اور بڑوں کی عزت نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔“ (ترمذی)

صلہ رحمی:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”تعلقات قربات کو منقطع کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔“ (بخاری)

حسنِ معاشرت کے زیادہ حقدار:

ایک صحابی نے عرض کیا میری حسنِ معاشرت کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے۔ فرمایا:

”تمہاری ماں۔ اُس نے کہا اس کے بعد۔ فرمایا ماں۔ عرض کیا پھر۔ فرمایا ماں۔ عرض کیا پھر۔ فرمایا ماں۔

اس نے کہا پھر۔ حضور ﷺ نے فرمایا تھا بابا۔“ (بخاری)

کونسا کام خدا کو محبوب ہے:

ایک دفعہ ایک صحابی نے حضور نبی کریم ﷺ سے پوچھا خدا کو کونسا کام سب سے محبوب ہے۔ فرمایا:

”وقت پر نماز پڑھنا۔“ اُس نے پوچھا پھر فرمایا ”مال باب پا کے ساتھ سلوک کرنا۔“ اُس نے پوچھا پھر

فرمایا ”خدا کی راہ میں جہاد کرنا۔“ (ترمذی)

بیوی سے حسنِ معاشرت:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”سب سے کامل ایمان اس مسلمان کا ہے جو سب سے زیادہ خوش خلق ہو۔ اور تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو اپنی بیوی کیلئے بہتر ہو۔“

عورتوں سے زمی کرو:

بخاری میں روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

عورتوں کے ساتھ بھلانی کرو۔ کیونکہ وہ پہلی سے پیدا کی گئی ہیں۔ اور پہلی میں سب سے ثیز حاصلہ اس کے اوپر کا ہوتا ہے۔ اگر تم اس کو سیدھا کرنا چاہو گے تو وہ ٹوٹ جائے گا اور اگر چوڑو دو گے تو ہیشہ ثیز حاربہ گا۔ تم عورتوں کے ساتھ بھلانی کرو۔“

کسی کے خاندان میں جھگڑا کروانا:

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کو جنت میں داخل کر دیا جو خریدتے اور بیچتے اور ادا اور وصول کرتے وقت زمی کرتا ہے۔“ (سنائی، ابن مایہ)

خدمت گار کے حقوق:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:
”جب تم میں سے کسی کے پاس اس کا خادم کھانا لے کر آئے تو اسے اپنے ساتھ بٹھا کر کھلائے اور اگر اپنے ساتھ بٹھا سکتے تو ایک پاڈولتے دے دے کیونکہ اُس نے اس کے پکانے کی زحمت برداشت کی ہے۔“

معافی:

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آٹھ سال کی عمر سے نبی کریم ﷺ کی خدمت شروع کی اور اٹھارہ برس کی عمر تک آپ ﷺ کی خدمت میں رہا۔ اس دس سال کے عرصہ میں ایک دفعہ بھی حضور ﷺ نے نہ مجھے حصر کا نہ ڈالا۔ اگر مجھ سے کوئی نقصان ہو جاتا تو آپ ﷺ بالکل ناراض نہ ہوتے۔ اگر گھر کا کوئی آدمی بھجو کو ملامت کرتا تو آپ ﷺ اُسے یہ فرمایا کہ جپ کر جپ کر ادیتے کہ خدا کو ایسا ہی منظور تھا۔

حیوانوں پر حرم:

ایک دفعہ ایک سفر میں ایک صحابی نے ایک چیزیا کے دو بچے پکڑ لئے۔ چیزیاں کی محبت سے ان کے سر پر منتلا نے گی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے جب دیکھا تو فرمایا:
”کس چیز نے اس کو بے قرار کر دیا ہے۔ اس کے بچوں کو چھوڑ دو۔“ (ابوداؤد)

ہر حرم کرنے والے انسان پر حرم ہو گا:

ترمذی میں روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا:
”رم کرنے والوں پر خدا حرم کرتا ہے۔ تم زمین کے رہنے والوں پر حرم کرو تو حرم پر وہ حرم کرے گا جو آسان پر ہے۔“

جانوروں پر ظلم:

”ایک عورت پر اس لئے مذاہب ہوا کہ اس نے ایک بیلی کو باندھ دیا تھا اور اسے بھوکا رکھا یہاں تک

”جس شخص نے کسی کی بیوی اور غلام میں ناگواری پیدا کروائی وہ ہم میں سے نہیں۔“ (ابوداؤد)

ہمسایوں سے نیک سلوک:

صحیح مسلم میں روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو ذر رخفاریؓ لوہدایت فرمائی:
”اے ابو ذر جب تم سالن پکاؤ تو اس میں پانی زیادہ ڈال لیا کرو اور اپنے پڑوسیوں کو دیا کرو۔“ (مسلم)

مسلمانوں سے سلوک:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جو شخص خدا اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے اُسے چاہیے کہ اپنے پڑوی کی عزت کرے اور جو شخص خدا اور قیامت کے دن پر ایمان لا لیا اُسے چاہیے کہ اپنے مہمان کا جائزہ عزت کے ساتھ دے۔ عرض کیا گیا مہمان کا جائزہ کیا ہے۔ فرمایا، ایک دن اور ایک رات۔ (یعنی ایک دن اور ایک رات اس کی خاص خاطر مدارت کرے) پھر فرمایا، ”مہماں تین دن کی ہے۔ اس کے بعد مہمان پر صدقہ ہو گا۔“ (ترمذی)

مریض کی عیادت:

ترمذی میں روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”جس شخص نے کسی مریض کی عیادت کی یا بھن و بیٹی تعلق کی ہا پر اپنے بھائی کی ملاقات کو گیا۔ تو اس حالات میں ایک منادی اُسے پکار کر کہ گاتم اعجھے تباہ راجنا اچھا۔ تم نے جنت میں اپنا ٹھکانہ کا نہیا لیا۔“

بیمار کی عیادت:

حضرت اوبانؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی بیماری کی بیماری کی مدد خری کا مستحق ہو جاتا ہے۔“
(ترمذی)

خرید و فروخت میں نرمی:

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

گور اور بھٹی سے استخانہ کرو:

بخاری میں روایت ہے کہ حضور ﷺ نے گور اور بھٹی سے استخانہ کرنے سے منع فرمایا۔

خطبہ میں چپ رہنا:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

”جب خلیب تھوڑا کا خطبہ پڑھ رہا تو کسی کو ”چپ، ہو جاؤ،“ کہنا بھی لغتہ ہے۔“ (بخاری)

کسی کھانے کو رہنا کہو:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ:

”حضور اکرم ﷺ نے کبھی کسی کھانے کو رہا نہیں کہا۔ اگر پسند آتا تو کھا لیتے۔ ورنہ چھوڑ دیتے۔“

(بخاری)

ایک جوتا پہننا منع ہے:

بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

”تم میں سے کوئی ایک جوتا پہن کرنا چلے۔ چاہے دونوں آثار دے چاہے دونوں پہن لے۔“

داثھیاں چھوڑ وار مونچھیں کتر واو:

ابن مغرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

”مشکوں کی مخالفت کرو۔ داثھیاں چھوڑ وار مونچھیں کتر واو۔“

سر کے بال:

ابن مغرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سر کے کچھ بال رکھنے اور کچھ بال منڈوانے سے منع

فرمایا۔

کوہ مرگی۔ اسلئے وہ جہنم میں داخل کی گئی۔“ (بخاری)

جانوروں کو اچھا کھلانا:

ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے ایک اونٹ کو دیکھا جس کی پیٹ کمزوری سے پیٹ کے ساتھ مگئی تھی۔

حضور ﷺ نے فرمایا ان بے زبانوں کے معاملہ میں خدا سے ڈرو۔ ان پر سواری کرو تو ان کو بہتر حالات

میں رکھا کرو۔ اور اگر کھاؤ تو ہبھر حالات میں رکھا کرو۔“

آداب

سلام:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

”چھوٹا بڑے کو اور گزر نے والا بیٹھے ہوئے کو اور قلیل کشیر کو سلام کرے۔“ (بخاری)

جنازہ دیکھ کر کھڑے ہونا:

حضرت عامر بن ربيعؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”جب تم میں سے کوئی کسی جنازہ کو دیکھے تو چاہیے کہ اس کے ہمراہ جائے اور اگر نہ جاسکتا تو اسے چاہیے کہ جنازہ دیکھ کر کھڑا ہو جائے۔ اور جب جنازہ میں شریک ہو تو جنازہ رکھنے سے پہلے نہ بیٹھے۔“

ایک اور حدیث میں ہے کہ:

”ہر جنازہ کیلئے کھڑے ہو جاؤ خواہ وہ یہودی ہی کا ہو۔“

پاخانہ میں قبلہ رخ نہ بیٹھو:

حضرت ابوالیوبؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ:

”جب تم پاخانہ کیلئے بیٹھو تو اپنا منہ یا پیٹ قبلہ کی طرف نہ کرو۔“ (بخاری)

کسی کے مکان میں نہ جھانگو:

بخاری میں سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے کسی کے مکان میں جھانگنے کو بہت بُرا خیال فرمایا۔

رات کو بستر جھاڑنا:

بخاری میں روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ:
”جب تم رات کو سونے لگو تو اپنے بستر جھاڑ دو۔“

راستہ میں بول و برآز کرنا:

نبی کریم ﷺ نے ان لوگوں پر لعنت فرمائی جو راستہ میں یاد رختوں کے سامنے میں بول و برآز کرتے ہیں۔ اس طرح آپ ﷺ نے کسی برتن میں پیشاب کرنے سے بھی منع فرمایا۔

کپڑوں کو صاف رکھنا:

بخاری میں روایت ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ راستے میں آپ ﷺ کو دو قبریں نظر آئیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان میں سے ایک پر اس لئے مذاب ہو رہا ہے کہ وہ کپڑوں کو پیشاب سے محفوظ نہیں رکھتا تھا۔

مسجد میں تھوکنا:

ایک دفعہ نبی کریم ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو دیواروں پر جا بجا تھوک کے دھبے دیکھے۔ آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک میں سمجھو رکھنی تھی۔ آپ ﷺ نے کمرچ کرتا مدمبے مٹاویے اور لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

”کیا تم پسند کرتے ہو کہ کوئی شخص تمہارے سامنے آ کر تمہارے منہ پر تھوک دے۔ جب کوئی شخص نماز پڑھتا ہے تو خدا اس کے سامنے اور فرشتے اس کی دلہنی جانب ہوتے ہیں۔ اس لئے انسان کو سامنے اور دائیں جانب تھوکنا نہیں چاہیے۔“

بودار چیزیں کھا کر مسجد میں نہ جاؤ:

حضور نبی کریم ﷺ کو بودار چیزوں مثلاً پیاز، لہس اور مولی سے نفرت تھی۔ حکم تھا کہ یہ چیزیں کھا کر مسجد میں نہ آئیں۔ بخاری میں حدیث ہے کہ:

”جو شخص پیاز، لہس کھائے تو وہ ہمارے پاس نہ آئے اور ہمارے ساتھ نماز نہ پڑھے۔“

ہاتھ دھونا:

صحیح مسلم میں روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
”جب تم میں کوئی شخص سو رائٹھ تک اپنے ہاتھ تین بار دھوند لے برتن میں نہ ڈالے کیونکہ سونے میں معلوم نہیں کہ اس کا ہاتھ کس جگہ پڑا تھا۔“

ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرو:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
”تم میں سے کوئی شخص ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے۔“

غسل خانہ میں پیشاب نہ کرو:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
”تم میں سے کوئی شخص اپنے غسل خانہ میں پیشاب کر کے پھر اس میں نہ بھائے۔“ (ابوداؤد)

صفائی:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”خدا پاکیزہ ہے اور پاکیزگی کو پسند کرتا ہے۔ تم اپنے محنوں کو پاک صاف رکو۔ اور یہود کی مشاہدہ بہت اختیار نہ کرو۔“ (ترمذی)

دائیں ہاتھ سے کھاؤ:

نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

خدا کو پسند نہیں۔ (ابوداؤد)

اچھے اور مردے کام

سات چیزوں سے بچو:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”سات مہلک چیزوں سے بچو۔ اللہ کا شریک بنانا۔ جادو کرنا۔ اس جان کو قتل کرنا جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام (ناجائز) قرار دیا ہے۔ سُود کھانا۔ یقین کمال کھانا۔ جہاد کے دن جماعت کو پیشہ دکھا کر بھاگ جانا۔ پاکداں مونہ گورت پر تہمت لگانا۔“ (بخاری)

خودکشی حرام ہے:

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ خودکشی کرنے والا دوزخ میں ہو گا۔

چغل خور پر جنت حرام:

حضرت حدیفہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے سنا کہ:

”چغل خور جنت میں داخل نہ ہو گا۔“ (بخاری)

سُود کھانا:

ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ:

”نبی کریم ﷺ نے لعنت کی سُود لینے والے کو۔ سُود دینے والے کو۔ اور لکھنے والے کو اور گواہوں کو۔“
(ترمذی)

کبیرہ گناہ:

ترمذی میں روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

”اللہ کے ساتھ شریک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، ناقن خون کرنا اور جھوٹی بات کہنا کبیرہ گناہوں میں

”تم میں سے کوئی شخص نہ باسیں ہاتھ سے کھائے اور نہ باسیں ہاتھ سے پی۔ کیونکہ باسیں ہاتھ سے شیطان کھاتا پیتا ہے۔“ (مسلم)

اکٹھمل کر کھانا:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”اکٹھمل کر کھاڑا اور خدا کا نام لے کر کھاڑا توبہ کرت ہو گی۔“ (ابوداؤد)

پانی پینے کے آداب:

حضرت انسؑ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ:

”پانی پینتے وقت برتن میں سانس نہیں لیتا چاہیے۔“ (بخاری)

اور ترمذی کی ایک حدیث میں ہے کہ:

”ایک بار میں اونٹ کی طرح پانی نہ پیو بلکہ دو یا تین سانس میں پیو۔“

اٹھنے بیٹھنے کے آداب:

ترمذی میں روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

”تم میں کوئی شخص اپنے بھائی کو اٹھا کر اس کی جگہ نہ بیٹھے۔“

مجلس کے آداب:

ترمذی میں روایت ہے کہ:

”آدمی کسی مجلس میں بیٹھ کر پہلے السلام علیکم کہے پھر جب اٹھنے کی نوبت آئے تو اسی طرح سلام کر کے اٹھنا چاہیے۔“

سو نے کا طریقہ:

ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے ایک صحابی کو پیٹ کے بل سوتے ہوئے دیکھا تو فرمایا سونے کا یہ طریقہ

سے ہیں۔

بیچ میں جھوٹ بولنا:

حکیم خرام سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

”بیچ و فروخت کرنے والے عقار ہیں جب تک کہ جد انہوں نہیں اگر وہوں نے حق بولا (عیب و صواب کو پیان کر دیا) تو ان کو ان کی بیچ میں برکت دی جائے گی اور اگر انہوں نے چھپایا اور جھوٹ بولا تو ان کی بیچ کی برکت مت جائے گی۔“ (بخاری)

ماں کی نافرمانی:

مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

”اللہ تعالیٰ نے ماں کی نافرمانی کو حرام قرار دیا ہے۔ اور بیٹیوں کے زندہ درگور کرنے کا اور دوسرا کا حق روکنے کا اور ناقص لینے کو۔ اور مکروہ خیال کیا ہے قیل و قال کا اور کثرت سوال کا اور تفیض اموال کو۔“ (بخاری)

مجاہد کی فضیلت:

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون آدمی سب سے بہتر ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا وہ مومن جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنی جان اور مال سے مجاہدہ کرتا ہے۔ پھر عرض کیا اس کے بعد کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ مومن جو کسی کھانی میں رہ کر خدا سے ڈرتا ہوا اور لوگ اس کے شرے پچے رہیں۔“ (بخاری)

جہاد کا ثواب نیت پر:

حضرت ابو موسیؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگا کہ یا رسول اللہ ﷺ بعض لوگ مال غنیمت حاصل کرنے کیلئے لڑتے ہیں۔ بعض شہرت کی خاطر اور بعض بہادری دکھانے کی خاطر۔ تو ان میں اللہ کیلئے کون لڑتا ہے۔ فرمایا ”وہ شخص جو اس لئے لڑتا ہے کہ خدا کا کلمہ بلند ہو۔“

مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے:

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

”مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔ اُسے چاہیے کہ نہ اُس پر ظلم کرے اور نہ اُسے ہلاکت میں ڈالے۔ جو اپنے بھائی کی حاجت روائی کرے گا اللہ اُس کی حاجت روائی کرے گا۔ جو کسی مسلمان سے اس کی تکلیف ڈور کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی مصیبتوں سے کوئی مصیبت ڈور کرے گا۔“

جنت تلواروں کے سایہ میں:

صحیح بخاری میں حضرت عبد اللہ بن ابی اویؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اے لوگو! اذ من سے ملاقات کی تمنا نہ کرو۔ اور اللہ سے عافیت کی دعا نہ کرو۔ اور جب تم اُس سے لڑو تو پھر صبر کرو اور یقین جاؤ کہ جنت تلواروں کی چھاؤں کے نیچے ہے۔“

والدین کی اطاعت جہاد سے افضل ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آ کر جہاد کی اجازت مانگتے لگا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تیرے والدین زندہ ہیں۔ اُس نے کہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اُن کی اطاعت میں کوشش کر۔“ (بخاری)

تین نیکیاں:

حضرت ابو موسیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”قدی چڑواڑ۔ بھوکے کو کھانا کھلاؤ۔ اور سریق کی بیماری کر دو۔“ (بخاری)

ریشم کا پہننا اور سونے چاندی کے برتاؤں میں کھانا حرام ہے:

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

”ریشم اور دیناں پہناؤ اور سونے چاندی کے برتاؤں میں مت کھاؤ۔“ (بخاری)

ظلم اور زیادتی:

حضرت ابن زیدؑ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:
 ”جس نے کسی سے کوئی زمین زبردست اور ظلم سے چھین لی تو اسے ساتوں زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔
 اور حضرت ابن عمرؓ سے اسی حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ جس نے کسی سے کچھ بھی زمین ناقن لے
 لی تو اسے قیامت کے دن ساتوں زمینوں تک دھنسایا جائے گا۔“ (بخاری)

غیبت اور بہتان:

ایک دفعہ ایک صحابی نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ غیبت کے کہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے
 فرمایا ”اپنے بھائی کے ایسے عیب کا ذکر کرنا جس کو وہ پسند نہ کرتا ہو۔“ اس نے دوبارہ پوچھا کہ اگر وہ عیب
 درحقیقت اس میں موجود ہو فرمایا ”اگر وہ عیب اس میں موجود ہے تو تم نے غیبت کی۔ اور اگر نہیں تو تم نے
 اس پر بہتان باندھا۔“ (ترمذی)

غزوہ:

ترمذی میں روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
 ”جس کے دل میں ذرہ بھر بھی غرور ہو گا وہ جنت میں داخل نہیں ہو گا۔ ایک صحابی نے عرض کیا
 یا رسول اللہ ﷺ میں یہ چاہتا ہوں کہ میرا کپڑا اچھا ہو میرا جوتا اچھا ہو۔ فرمایا خدا حسن کو پسند کرتا ہے۔
 مغرب و رودہ شخص ہے جو حق کا انکار کرے اور لوگوں کو تیر سمجھے۔“

تھسب:

ایک دفعہ نبی کریم ﷺ سے تھسب کے متعلق پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:
 ”تھسب کے مقیب یہ ہیں کہ تم ظلم پر اپنی قوم کی اعانت کرو۔“ (ابوداؤد)

حسین خلق:

ایک دفعہ جناب رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا:
 ”کیا تم جانتے ہو کہ وہ کون سا کام ہے جو اکثر لوگوں کو جنت میں داخل کرے گا۔ پھر فرمایا وہ اللہ کا ذر اور
 نیک خلق ہے۔“ (ترمذی)

خیانت کرنے والے جہنم میں:

حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ سے صحیح بخاری میں ہے کہ ایک شخص نے ایک عبا کی خیانت کی اور جب وہ مر
 گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ دوزخ میں ہے۔

عبد حشکن کی سزا:

صحیح بخاری میں حضرت عبد اللہ اور حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ:
 ”ہر عبد حشکن کو قیامت کے دن ایک حصہ دیا جائے گا تاکہ اس کی جہد فتحی کی شہرت ہو۔ یعنی قیامت کے
 دن اس کو ذمہ دیل کیا جائے گا۔“ (بخاری)

بیوہ اور مسکین کی امداد:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:
 ”بیوہ اور مسکین کیلئے کوشش کرنے والا (آن کی مدد کرنے والا) ایسا ہے جیسے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا یا
 تمام رات عبادت کرنے والا یا تمام دن روزہ رکھنے والا۔“

اتفاق:

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:
 ”بآہم شخص اور حسد نہ کرو اور ایک دوسرے کو پشت نہ دو اور کسی مسلمان کو یہ درست نہیں کرائے جائی سے
 تین دن تک کلام کرنا بند کرو۔“ (بخاری)

ہمسایہ کا حق:

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:
 ”محضہ جبراہیل علیہ السلام پڑوی کے ساتھ اچھے برداز کی بیشہ وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے
 خیال کیا کہ عقریب پڑوی کو وارث ہنادیں گے۔“ (بخاری)